ہونیکے ساتھ منقطع الروایۃ سمجھنا چاہیئے، نصاب بدیع مولوی رشید احمد صاحب سالم کی زیر تہذیب اور بقیہ رسائل
مولوی محمد امین صاحب عباسی چریا کوٹی کے ہمہ گیر قلم کا نتیجہ ہین، مولانائے عباسی سے ہمکو دیرینہ شرف نیاز حاصل ہے
وہ عربی، انگریزی، سنسکرت وغیرہ متعدد زبانون سے واقف ہین، اسلیئے جہانتک لغت اور فیلالوجی کا تعلق ہے
خالق باری اور چیستان کی بہترین خدمت انھون نے انجام دی ہے، اور کلام خسرو کے سنسکرت اور ہندی الفاظ کی
قابل قدر فرہنگ انھون نے انشا فرمایا ہے، لیکن اسی کے ساتھ ہم یہ کہنے پر مجبور ہین کہ مطالب ومعانی کے لحاظ سے
بجائے خود خواہ کسیقدر گرانمایہ ہو، لیکن چیستان کے ۵۰ صفحہ کے رسالہ کے لیئے ۲۵۰ صفحہ کا مقدمہ جو لاطائل اور غیر متعلق
خارج عن المقصود، بلکہ مقدمہ نویس کے علم وفضل سے فروتر مباحث سے مملو ہے، بالکل نازیبا ہے، اس مقدمہ چیستان پر
عربی زبان کے ایک مشہور ظریف ادیب کا یہ فقرہ بالکل چسپت ہے کہ مقدمۃ بلا کتاب - علاوہ رکاکت تحریر
اسکے بعض صفحات مین ایسے سخیف فقرے اور مصرعے ہین جو ایک سنجیدہ قلم کی متانت سے بہت دور ہین، اسکا نمونہ
انھون نے علامۂ مرحوم، مولانا حمید الدین اور الندوہ سے اختلاف رائے کیا کہ یہ شیوۂ ارباب علم ہے لیکن جس عامیانہ
طرز عبارت اور پست ومبتذل طریقۂ تحریر کو انھون نے استعمال کیا ہے وہ فرزند علامۂ چریا کوٹی نواب حاجی محمد
اسحاق خان ناظم سلسلۂ خسرو، مولانا حبیب الرحمن خان شروانی ناظم ثانی کانفرنس، نواب عماد الملک مولانا
سید حسین بلگرامی مجوز سلسلۂ خسرو، کے شایان شان ہے؛

صفحہ ۱۷ اور ۳۷ پر جو دو مصرع زیب رقم ہوئے ہین، ایک ایسے عظیم الشان سلسلہ سے قطع نظر کرکے جناب ناظم
سلسلۂ خسرو انکو اپنے نج کے خطوط مین بھی لکھنا پسند کرینگے؟ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ بغیر کسی ذمہ دارانہ نگہداشت کے
صرف مصحح کے علم وفضل کے اعتماد پر شائع ہو رہا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ قیمت باختلاف کاغذ للعہ سے عہ تک ہے، پتہ: انسٹیٹیوٹ ...

نوائے سروش، ایک صفحہ کا اردو ترکیب بند جسکو انجمن اتحاد بیلی بھیت کے سالانہ اجلاس مین مولوی عقیل الرحمن
صاحب ندوی پی ایچ بی نبیرۂ حضرت محدث سہارنپوری نے پڑھکر سنایا تھا، زبان، خیالات، اور طرز ادا ہر چیز قابل ستائش ہے،
آخری بند کے لئے البتہ اس سے بہتر انتخاب قافیہ کا ہونا چاہیئے تھا، قیمت ۱/، پتہ انجمن اتحاد بیلی بھیت،

عدد چہارم	ماہ محرم ۱۳۳۷ھ مطابق اکتوبر ۱۹۱۸ء	مجلد سوم

مضامین

شذرات

اعلیحضرت ناصر الاسلام والمسلمین ہز اگزالٹڈ ہائنس شہریار دکن خلد اللہ ایام دولتہ کی پیشگاہ عالی مین سیرۂ نبوی علی صاحبہا الصلوات والتحیات کا ایک نسخۂ خاص دو مہینے ہوے کہ ارسال کیا گیا تھا ہمین معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اعلیحضرت کی خدمت مین جب یہ کتاب پیش ہوئی تو نہایت مسرت کا اظہار کیا اور فرمایا کہ "جب تک مین اس کتاب کو ختم نہ کر لونگا کوئی دوسرا کام نکرونگا"، یہ کلمات اس حقیقی عقیدت کو پوری طرح ظاہر کرتے ہین جو شہریار دکن کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے ہے اور یہ ہم خادمان بارگاہِ نبوت کے لئے بڑے فخر و انبساط کا باعث ہے،

شعر العجم جلد پنجم جسمین بقیہ اصناف شعر، عشقیہ، صوفیانہ، اخلاقی اور فلسفیانہ شاعری پر نقد و تبصرہ ہے زیر طبع ہے، "سو" (۱۰۰) صفحے چھپ چکے ہین اور اسیقدر اور چھپنے کو باقی ہین، اگر ضرورت بھر کا غذ وقت پر ملتا گیا تو شاید تین مہینہ مین کتاب پوری ہو جائیگی، یہ جلد گویا فارسی شاعری کا عطر اور خلاصہ ہے،

محرم ۱۳۳۷ھ سے جامعہ عثمانیہ کو اعلیحضرت کی پیشگاہ سے منشور عمل (چارٹر) ملگیا، اس منشور مین اس بات کا خاص التزام کیا گیا ہے کہ کوئی انگریزی لفظ نہ آنے پائے، چنانچہ یونیورسٹی کے تمام مصطلحات کے لئے عربی الفاظ وضع کئے گئے ہین جنمین بعض ایسے ہین جنکی ایجاد کا فخر دکن کو حاصل ہے لیکن زیادہ تر الفاظ وہ ہین جو مصر و شام کی جدید عربی سے لئے گئے ہین،

اردو زبان کی یہ سب سے پہلی یونیورسٹی اب عملاً قائم ہو گئی، اور یہ اردو کی فرمانروائی کی تاریخ کا پہلا دن ہے،

مقالات

ہندوؤنکی علمی و تعلیمی ترقی

مسلمانون کے عہد حکومت مین

(۶)

ہندو ادبائے فارسی

ہندو ادبائے فارسی اس کثرت سے گذرے ہین کہ انکا شمار بھی حیطۂ امکان سے باہر ہے، ان مین بہت سے اچھے لکھنے والے انشا پرداز تھے، اور ایسے بھی تھے جو محض دفتری ضرورت کے مطابق اس زبان مین نوشت و خواند کر سکتے تھے، ہندوؤن کے دوسرے فرقون کی بہ نسبت کایستھ ذات نے فارسی زبان کی تحصیل مین کثرت تعداد کے لحاظ سے زیادہ ناموری حاصل کی، لیکن اصل زباندانی اور جوہر سخن کے لحاظ سے برہمنون نے زیادہ کمال پیدا کیا، خصوصاً آخر زمانہ مین کشمیری برہمنون نے جسطرح آجکل بنگالیون کی انگریزی زبان کو "بابو انگریزی" کہتے ہین، اسی طرح مسلمانون کے عہد حکومت مین کایستھون کی فارسی" اور لالاؤن کی فارسی" مشہور تھی،

دفاتر مین زیادہ تر ہندو ہوتے تھے، محکمۂ انشا (سکریٹریٹ) اور مال کے صیغے تمامتر ہندوؤن کے ہاتھ مین تھے، آخر زمانہ مین انشا کے اعلےٰ افسر بھی ہندو ہونے لگے تھے، جنکو عموماً میر منشی اور انکے خطاب منشی الممالک کہتے تھے، ان عہدون پر جو ہندو سرفراز ہوتے تھے وہ فارسی زبان کے لائق ادیب ہوتے تھے، بادشاہ کی طرف سے ہر قسم کے احکام وغیرہ انہین کی زبان و قلم سے ادا ہوتے تھے وقایع نویسی کی خدمت پر بھی زیادہ تر مامور ہوتے تھے،

ہندو ادبا کے یہ فرامین، منشآت اور رقعات جب زیادہ جمع ہوجاتے تھے اور انکی مقبولیت عام ہوتی تو وہ بطور کتاب کے یکجا جمع کردئے جاتے تھے، ان مین سے بعض مجموعے اسدرجہ مقبول وہردلعزیز ہوتے کہ وہ طالبعلمون کے نصاب تعلیم مین داخل کرلئے جاتے تھے، چنانچہ منشات برہمن، انشاے مادہورام، منشآت جواہر مل خطاط، خیالات نادر، دستور الصبیان وغیرہ اسی قسم کی کتابین ہین،

اس واقعہ کا تکرار کئی دفعہ گذرچکا ہے، کہ ہندوؤن نے فارسی تعلیم لودہیون کے زمانہ سے شروع کی چنانچہ فارسی کا سب سے پہلا ہندو ادیب بھی اسی زمانہ مین ہمکو ملتا ہے،

پنڈت ڈونگرمل | ایک بزرگ لکھتے ہین کہ پنڈت ڈونگرمل سکندر لودہی کے زمانہ مین تھے، انکی فارسی زباندانی پر مسلمان بھی تعجب کرتے تھے، کبھی کبھی فارسی شعر بھی کہتے تھے، چنانچہ انکا یہ ایک شعر ارباب تذکرہ نقل کرتے ہین،

دل خون نشدے چشم تو خنجر نشدے گر ۔۔۔ رہ گم نشدے زلف تو ابتر نشدے گر

ٹوڈرمل | کھتری تھا، شیرشاہ کے عہد مین فارسی تعلیم حاصل کی، اور دربار تک رسائی پائی، شیرشاہی کاروبار کے انقلاب کے بعد اکبری نورتن مین شامل ہوا جہان مال کا صیغہ اسکے ہاتھ آیا، ٹوڈرمل فارسی کا خوشنویس کاتب بھی تھا، تذکرۂ خوش نویسان مین ہے،

"نویسندۂ چابکدست وخط را بخوشخطی ونیکی می نوشت"،

اس عہد کے دیگر ادبا کا تذکرہ اسلئے قلم انداز کرتے ہین کہ انکا ذکر دوسرے سلسلون مین آچکا ہے،

راے منوہر لال | راے لون کرن کا خلف الرشید تھا، شہزادہ سلیم (جہانگیر) کے آغوش تربیت مین پلکر جوان ہوا اور فارسی زبان مین یہ سلیقہ پیدا کیا کہ اہل تذکرہ اسکی تعریف وتوصیف مین رطب اللسان ہین،

چندربھان برہمن | اسکا ذکر پہلے بھی گذرچکا ہے، یہ عہد شاہجہانی کا سب سے بڑا ہندو ادیب تھا، یہ پنجابی برہمن تھا لاہور مین پیدا ہوا تھا، ملا عبدالکریم کی شاگردی مین اُسکے فضل وکمال نے نشوونما حاصل کیا تھا، فارسی زبان کا شاعر تھا، اور برہمن تخلص کرتا تھا، اسکا فارسی دیوان اتبک کتبخانون مین موجود ہے، فارسی ادب مین بڑی دستگاہ حاصل کی تھی، افضل خان امیرالامراے شاہجہانی نے اسکی لیاقت وقابلیت کو دیکھکر اسکو اپنا منشی خاص (پرائیوٹ سکریٹری) بنایا، ۱۰۴۹ھ مین افضل خان نے وفات پائی تو وہ دربار شاہی کے سلک ملازمین مین داخل ہوا، اور دربار شاہجہان کا وقایع نویس یعنی شاہی تاریخ وروزنامچہ کا چیف ایڈیٹر مقرر ہوا، اس عہدہ جلیلہ کے باعث وہ روزانہ بارگاہ شاہی مین حاضر ہوکر ہر روز کے مرتبہ واقعات وحالات سناتا تھا، ۱۰۵۵ھ مین چندربھان نے چہار چمن برہمن لکھکر نوروز کے موقع پر سرہند مین دربار شاہجہانی مین نذر گذرانی، اُسکی لیاقت وادب دانی کو دیکھکر شہزادہ داراشکوہ نے جو خاص طور پر ہندوؤن کے جوہر کمال کا قدردان تھا اسکو اپنے اعیان دربار مین داخل کرلیا، اور اپنا میرمنشی (چیف سکریٹری) مقرر کیا، داراشکوہ کی تباہی کے بعد حوادث زمانہ سے تنگ آکر بنارس مین گوشہ گزین ہوگیا، اور یہین ۱۰۷۳ھ مین راہی عدم ہوا، تذکرۂ عمل صالح کا مصنف اسکو اپنے زمانہ کے فضلاے ادب مین شمار کرتا ہے اس نے اپنے رقعات ومنشآت کا مجموعہ بھی مرتب کیا اسکا نام منشآت برہمن ہے، خوشخطی مین آقا عبدالرشید کا شاگرد تھا،

ہرکرن داس | ولد متھراداس، قوم کنبوہ، باشندۂ ملتان، ۱۰۳۱ھ مین زندہ تھا، فارسی علم ادب مین جو دستگاہ اس نے حاصل کی تھی اسکی شہادت یہ ہے کہ وہ امراے جہانگیری مین سے اعتبار خان صوبہ دار اکبرآباد کا میرمنشی تھا، انشاے ہرکرن کے نام سے اس نے فارسی ادب کی ایک کتاب لکھی تھی جو اتبک بعض کتبخانون مین موجود ہے،

داس کھتری | امراے عالمگیری مین سے ایک کا وکیل (ایجنٹ) تھا، اسکے نظم ونثر دراداب فارسی کی یہ دہوم تھی کہ شہنشاہ عالمگیر جو خود ایک بلند پایہ ادیب تھا، احسنت وآفرین کہتا تھا،

شیورام کایتھ | اکبرآباد کا باشندہ تھا، اسکا باپ نواب اسد خان وزیر عالمگیر کا متصدی تھا مرزا بیدل کا شاگرد تھا، مرزا کی چہار عنصر کا جواب گلگشت بہار ارم کے نام سے اس نے لکھا تھا، ۱۱۳۲ھ مین وفات پائی

کنور پریم کشور راجہ جگل کشور کا پوتا، شاعر، لطیفہ گو، سخن فہم، خوش نویس تہا، چند مثنویون کا مصنف ہے،

منشی لچھمن سنگھ قوم کے بقال تھے، نہایت ہوشمند، عاقل، اور عربی و فارسی کے ادیب تھے، ایرانیون کی صحبتین اُٹھائی تہین، اور مشہور ایرانی انشا پردازون کے طرز پر لکہتے تھے، صاحب تذکرۂ خوشنویسان لکہتا ہے،

مرد دانا قابل، در علم و ہنر فارسی و عربی و عبارت پردازی خیلے مہارت داشت، و در صحبت

مرزایان ایران بسیار ماندہ دل و دماغ دیگر پیدا کردہ، و طور انشا بروئیہ طاہر وحید و طاہر دکہنی

و جلالا اختیار کردہ،

خوشخطی مین محمد حفیظ خان کے، شقیعہ مین مرزا آغا کے، شاعری مین میر شمس الدین فقیر (المتوفی ۱۱۸۰ھ) کے شاگرد تھے، شعلۂ آہ وغیرہ انکی تصنیفات ہین ظہوری کے اشعار انکی نوک زبان رہتے تھے،

پنڈت لالہ لچھمی رام ذوالفقار الدولہ مرزا نجف خان (المتوفی ۱۱۹۹ھ) جو شاہ عالم کا وزیر تہا، اسکی سرکار مین یہ ملازم تہا، تذکرۂ مذکور کا مصنف انکی نسبت لکہتا ہے،

منشی بینظیر بود، در علم عربی و فارسی و انشا پردازی و مصوری نصیب وافر داشت، . . . .

این چنین انسان باسلیقہ و صاحب کمال کم پیدا می شود،

خوش وقت رائے شاداب کھتری، یہ ایک مشہور اور معزز خاندان کا فرزند تہا، بچپن ہی سے لکہنے پڑہنے کا شوق تہا، آخر اسدرجہ کمال حاصل کیا کہ اپنے زمانہ کے کبار علما مین سمجہا جانے لگا، تذکرۂ مذکور مین ہے،

از ابتداے عمر طبع را بہ تحصیل علم و ہنر راغب و مائل داشت و در اندک زمان در جمیع علم و ہنر

آراستہ شد، در خصائل نیکو از ہمچشمان خود سبقت بردہ، در خوشنویسی کمال داشت، این چنین شخص

در این قوم صاحب استعداد و فیاض و قدر شناس کم شدہ باشد،

راے پریم ناتہ اسکا خاندان ایک مدت سے شاہی دفتر کا عہدہ دار چلا آتا تہا، یہ خود شاہ عالم کے کرگ یراق کے دفتر کا مالک الکل تہا، خوشخطی و ادب دانی مین اپنے زمانہ کا استاد یگانہ تہا، شاگردون کا بڑا مجمع اس نے

یادگار چہوڑا،

سکہ رام داس ولد نیل کنٹھ، زمانہ متعین نہین، آمد نامۂ بدیع اسکی ایک تصنیف ہے دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اطراف لکہنؤ کا باشندہ تہا، اور عہد شاہی مین قانون گوئی کے عہدہ پر مامور تہا،

بنسی دہر زبان ولد چین راے، قوم کہتری، عرف سودہی، پنجاب کا رہنے والا تہا، فرخ سیر کے عہد مین محکم سنگہ نے اسکو منشی (سکرٹری) کے عہدہ پر سرفراز کر کے اپنے ساتھ ٹہٹہ (ٹھٹھ) کو لیگیا، اثناے سفر مین اسکو محمد طاہر کشمیری کی کتاب "ہوش افزا" ملی، اس نے اسکو بغور پڑہا اور اسکی بنا پر اسکو قدیم ہندو عہد کے عجائبات اور مذہبی معجزانہ قصص کو فارسی زبان مین لکہنے کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ رامائن، مہابھارت، بہاگوت، ہری بنس وغیرہ سے انتخاب کر کے ۱۱۲۵ھ سے گلشن اسرار ربانی کے نام سے ایک کتاب لکہنی شروع کی، جو ۱۱۳۲ھ مین اختتام کو پہنچی،

منشی موہن لال منعم اکبر ثانی کے عہد مین تھے، انکی تین مثنویان، مثنویات منعم کے نام سے فارسی مین موجود ہین، جو ترتیب انکا نام بہار عشق، شاہ رُخ، اور دلبر جہان ہے، اور غالباً یہ تینون افسانے ہین، شاہ رُخ اور دلبر جہان کو اس نے اکبر ثانی کے نذر کیا تہا،

کشن سنگہ ولد راے پران ناتہ کہتری قوم منکل ساکن سیالکوٹ، یہ فارسی زبان کا ایکہا چابکدست انشا پرداز تہا، پنجگہ دوستی اور غریب الانشا، وغیرہ کتابون کا مصنف ہے، غریب الانشا ۱۱۷۰ھ مین اس نے لکہی،

بہولی داس ولی تم اس سے ہندو مورخین کی بزم مین مل چکے ہو، اُنکا ادبی کارنامہ یہ ہے کہ بہاشا زبان سے ایک "ناٹک" پر ودھ چندرودیا کا فارسی زبان مین ترجمہ کر کے شراب شیراز کے متوالون کو ہندوستان کی "رام رنگی" کا مستانہ بنایا، ۱۰۷۳ھ مین یہ موجود تہا،

دولت چند ۱۱۳۷ھ مین گیگوہر نامہ کے نام سے فارسی زبان مین ایک افسانہ لکہا، دیوان غلام محمد خان

جو بہادر شاہ اول کے عہد مین ایک امیر تھا اسکا مربی اور محسن تھا،

شنبھو لال یہ مہاراجہ چیت سنگھ والی بنارس کا منشی دسکریٹری تھا، سنہ ۱۱۹۷ھ مین اس نے مفتاح خزائن نام کتاب لکھی، جو بہت سے خطوط کا مجموعہ ہے، جنمین سے بعض نہایت اہم ہین،

منشی بہوری مل تمکین بارھوین صدی ہجری کے اوائل مین فارسی کا یہ ایک مشہور ادیب تھا، اسکے پوتے پران چند سرشار ولد بخت مل نے اپنے دادا کے فارسی خطوط ورقعات کو گلدستۂ فیض کے نام سے ایک رسالہ کی صورت مین مرتب کیا، یہ خطوط سنہ ۱۱۳۹ھ کے زمانہ کے لکھے ہوئے ہین،

منشی سجن رائے پوری شجاع الدولہ کے عہد مین سنہ ۱۱۶۷ھ مین راجہ رائے پور کے دربار مین نوکر تھے، منشی تخلص اور قلم کے بھی دھنی تھے، فن انشا پر انھون نے ایک کتاب لکھی ہے، انشاے بہار نامہ نام رکھا ہے، کتاب کے تین ٹکڑے کئے ہین، (۱) عرائض، (۲) رقائم (۳) ثمرہاے متفرق،

منشی جسونت رائے عالمگیر ثانی کے عہد مین تھے، گلشن بہار کے نام سے انھون نے ایک چمن ادب کھلایا ہے، مختلف لوگون کے خطوط اسمین جمع کئے ہین جنمین بکثرت سیاسی اور جنگی معلومات ہین، منشی تخلص کرتے تھے، اور اسی نام سے ایک دیوان فارسی بھی چھوڑا ہے، سنہ ۱۲۰۰ھ مین تھے،

نسارام منشی تخلص تھا، سرزمین پنجاب کے مجنون ولیلے، ہیرا اور رانجھا کا افسانہ حسن و عشق نظم کرکے اہل فارس کو سنایا، سنہ ۱۱۵۰ھ مین یہ نغمہ سراے محبت، سراے فانی سے کوچ کرگیا،

عوض رائے مسرت تخلص، قصیدۂ مسرت کہکر شاہ عالم کے دربار مین پیش کیا، اسمین کمال یہ کیا ہے کہ ہر شعر مین بادشاہ کو نئے طور سے خطاب کیا ہے، بنگال ایشیاٹک سوسائٹی مین اسکا قلمی نسخہ ہے،

نہال چند لاہوری یہ ایک افسانہ کا جسکا نام مذہب عشق ہے مصنف ہے، مذہب عشق مین نام ونشان ننگ ہے، اسلئے اس ادیب کے حالات نامعلوم ہین،

لالہ بہوپت رائے فن بلاغت کی ایک کتاب دستور شنگرف کا مصنف، تصنیف تو حیدرآباد اور بنگال

ایشیاٹک سوسائٹی مین قلمی موجود ہے، لیکن صاحب تصنیف کا تذکرہ مفقود ہے، حیدرآباد کا نسخہ سنہ ۱۱۹۲ھ کا لکھا ہوا ہے،

لالہ بچھک رائے فیض آباد کا باشندہ تھا، اُس نے سعدی کی گلستان مین پھول کھلائے، یعنی اسکی شرح لکھی جو بنگال ایشیاٹک سوسائٹی مین موجود ہے،

منشی ابیتری داس کایتھ، امیر الامرا نواب غضنفر جنگ والی فرخ آباد کے منشی تھے، ایک فارسی تذکرہ کا مصنف انکی نسبت لکھتا ہے،

نظم و نثر فارسی بہ فصاحت و بلاغت مشتمل بر لطائف وصنائع و بدائع لفظی و معنوی می نگاشت،

از نظرش بعض و تاریخ و سوانح بنظر گذشتہ، حق آنست کہ بکمال لطف و خوبی می نگاشت،

منشی ٹیک چند بہار انکا تذکرہ آگے آئیگا، یہان صرف اس حیثیت سے انکو جگہ ملتی ہے کہ یہ بوستان سعدی کے شارح اور بہار بوستان کے مصنف ہین،

آنند رام زمانۂ متاخر کا ایک فارسی ادیب ہے، سنہ ۱۱۵۹ھ کے قریب مین اس دنیا سے چل بسا، لیکن اسکے چمنستان کی بہار اب تک باقی ہے، یہ ایک فارسی افسانہ ہے، سنہ ۱۲۹۱ھ مین یہ کتاب چھپ چکی ہے،

مہا پرشاد صحیفۃ الشوق نام ایک فارسی افسانہ کا مصنف ہے اسکا قلمی نسخہ سنہ ۱۲۸۲ھ کا لکھا ہوا کتبخانہ آصفیہ مین ہے،

دین دیال عجیب القصص معروف بہ شبستان عشرت ایک افسانہ فارسی زبان مین اس نے لکھا ہے سنہ ۱۲[illegible]ھ مین یہ کتاب طبع ہوئی ہے،

امر سنگھ رامائن امر پرکاش کے نام سے فارسی مین پاربتی، مہادیو، رام چندر جی اور راجہ دسرت کے قصون کو نظم کرگیا،

سیالکوٹی مل انکا ذکر آگے آتا ہے، یہ زمانۂ متاخر کا بہت بڑا ادیب تھا، صفات کائنات کے

نام سے فارسی علم بلاغت مین اسکی ایک کتاب ہے جو ۱۲۹۵ھ مین چھپ گئی ہے، اسکی دوسری کتاب رجم الشیاطین ہے جو سراج آرزو کی تنبیہ الغافلین کا جواب ہے، یہ دونون کتابین ادبی مطارحات پرمشتمل ہین

لچھمی نرائن — باپ کا نام مانی رام، سراج الدین آرزو کا شاگرد تھا، لاہور اپنا وطن چھوڑ کر دلی مین آکر ڈیرے ڈالے، درانی کے حملون نے دلی سے نکال کر بریلی اور اورنگ آباد کی سیر کراتے ہوے لکھنؤ پہنچایا، یہ فارسی کا نامور انشا پرداز تھا، اسکے فارسی رقعے بہت مشہور ہین، ۱۲۰۵ھ مین اس نے ان رقعون کو ترتیب دیکر رقعات لچھمی نرائن نام رکھا،

لچھمی نرائن — یہ حاجی پور (بہار) کا رہنے والا تھا، عالمگیر کے عہد مین شہزادہ بیدار بخت کی سرکار مین پیشکاری کے عہدہ پر تھا، اور سہ صدی منصب رکھتا تھا، ۱۱۰۴ھ مین اس نے شاہنامہ کا انتخاب کیا اس انتخاب کے دیباچہ کا پہلا شعر یہ ہے،

شکر و سپاس و نعمت و منت خداے را پروردگار خلق و خداوند کبریا

راجہ رام نرائن — لچھمی نرائن کا بیٹا، عظیم آباد پٹنہ مین اُس نے بڑا سیاسی عروج حاصل کیا تھا اور مدت تک اسکا خاندان معزز رہا، شیخ حزین کا شرف تلمذ اُسکو حاصل تھا، خود صاحب ادب اور ادباے زمانہ کا مربی تھا نواب قاسم کی معرکہ آرائی کا نشانہ بنا، نہایت وسیع النظر اور کتب بینی کا شائق تھا،

کیول رام — شاہ عالم کے عہد مین تھا، اور اودھ کے بیت الانشا مین منشی تھا، ۱۱۹۷ھ مین منشی کیول رام نے پچاس جز مین فن انشا پر ایک کتاب لکھی اور طلسمات خیال اسکا نام رکھا،

پنڈت کرپا ندہان — پنڈت جی کا جنم پتر معلوم نہین، مثنوی دلپسند کے مصنف ہین، بنگال ایشیاٹک سوسائٹی مین ۱۲۴۳ھ کا لکھا ہوا اسکا قلمی نسخہ موجود ہے،

منشی خیالی رام — لکھنؤ وطن، خیالی تخلص، نظم و نثر فارسی کے استاد، واجد علی شاہ کے دربار سے تعلق تھا انکی تصنیفات کی تعداد ۱۰۰ سے زیادہ ہے، امیر خسرو کی سب سے مشکل کتاب اعجاز خسروی کی شرح لکھی،

منشی مادہو رام — دلی کے رہنے والے تھے اور فارسی زبان کے استاد تھے، انشاے مادہو رام انکا نتیجۂ فکر ہے جسمین بادشاہون، شہزادون اور امرا کے نام خطوط ہین، یہ پہلے نصاب فارسی مین داخل تھا،

ذیل کی سطرون مین چند منشآت کے نام نقل کرتے ہین اُنکے مزید حالات سے واقفیت نہوئی،

کامتا پرشاد — انشاے بےنقط کا مصنف،

منشی کالی راے — انشاے تمیز کا مصنف، اس انشا مین ایک خاص صنعت بدیع (ترک حرف مسلسل) ملحوظ ہے

دولت رام — کتاب کا نام انشاے دولت رام،

منشی جے سنگھ راے — انشاے راحت جان کا مصنف ہے، اس کتاب مین سخاوت و عدالت وغیرہ مختلف عنوانات پر مضامین ہین،

ہر سہاے — انشاے ہر سہاے انکی کتاب کا نام ہے، اسمین منشی گری کے قوانین نظم و نثر فارسی مین بیان ہوئے ہین،

منشی ہر نرائن — دہلی کے باشندہ تھے، خیالات نادرہ انکے فارسی رقعات کا مجموعہ ہے،

اور نوند راے — دستور الصبیان کے نام سے فارسی مکتوبات کے جامع ہین،

لچھمی داس — بن نرائن داس، رقعات نظامیہ اسکا سرمایۂ کمال ہے، چھپ گئی ہے،

خوشحال راے — دستور الامتیاز کے نام قوانین انشا کا مدون ہے، نسخہ موجودہ کتبخانۂ آصفیہ ۱۲۰۳ھ کا نقل کیا ہوا ہے،

نند رام — باپ کا نام ہیرانند، قانونچۂ انشا اسکی تالیف ہے، موضوع کتاب نام سے ظاہر ہے، قلمی نسخہ آصفیہ مین ہے

رام سنگھ — گلشن عجائب انشا مین انکی کتاب ہے نسخۂ موجودہ آصفیہ ۱۲۲۳ھ کا چھپا ہوا ہے،

کشن جی پنڈت — شاید یہ دکھنی ہون، انکی نادر الانشا قلمی آصفیہ مین ہے،

رنچھور داس — جونپور کا رہنے والا تھا، دقائق الانشا کا مؤلف ہے،

۲- ہندو لغت نویس

کسی زبان کے جاننے کے صرف یہ معنی نہین ہین کہ وہ اس زبان کی عبارت کو بخوبی سمجھ سکتا ہے اور اسمین لکھ پڑھ سکتا ہے، یہ تو نہایت ادنی درجہ ہے، اصلی زباندانی یہ ہے کہ وہ اہل زبان کی طرح اس زبان پر قابو رکھتا ہو، اور اسکے ذخیرۂ الفاظ کے ماخذ واشتقاق کا علم اور غلط و صحیح کی تمیز، اور خواص کے طرز ترکیب الفاظ، اداے مطلب، اور محاورات پر اسکو دسترس ہو، ہندوستان مین جو ہندو ادباے فارسی گذرے ہین ان مین غور کرنا چاہیئے کہ کیا انکی واقفیت زبان، ہماری آجکل کی بیرونی زبان کی واقفیت کے معیار سے کچھ بلند ترتھی یا نہین،

اکبر کے زمانہ تک فارسی زبان کے چھوٹے بڑے ۴۴ سے زیادہ لغت موجود تھے، لیکن یہ تمام تر ایرانی اور اہل زبان کے لکھے ہوئے تھے، جو اہل ہند کے ضروریات کے مطابق نہ تھے، بہت سی چیزین ایسی تھین جنکو ایک صاحب زبان لغت نویس مشکل اور قابل حل نہین سمجھتا، حالانکہ غیر زباندان کے نزدیک وہ سخت مشکل اور قابل حل ہین، لغات سے زیادہ محاورات کا معاملہ سخت ہے، اہل زبان انکے ایک ایک نکتہ کو سمجھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ تمام دنیا انکو اسی طرح سمجھ لیگی، حالانکہ دوسری قومون کو جنکی وہ زبان نہین یہی مرحلہ دشوار آتا ہے، غرض یہی اسباب تھے کہ جنکی بنا پر ہندو ادباے فارسی کو فارسی زبان کے لغات لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی،

ٹیک چند بہار قوم کا کھتری، سراج الدین علیخان آرزو اکبرآبادی کے ارشد تلامذہ مین تھا، فارسی زبان پر اسے کامل عبور تھا، اہل زبان کی مدت تک صحبتین اٹھائی تھین، اس نے فارسی زبان کی کئی لغت لکھے بہار عجم، نوادر المصادر اور جواہر الحروف، زیادہ مشہور بہار عجم ہے، اسکے مقدمہ مین وہ لکھتا ہے کہ بدو طفولیت سے ۳۵ سال کی عمر تک فارسی زبان کی تحقیق وکاوش مین بسر ہوا، ۲۰ برس تک متصل اُس نے اس لغت کی تالیف و ترتیب مین بسر کئے، اور سات دفعہ خود اپنے ہاتھ سے مسودہ کاٹ کر

صاف کیا، یہ عمر کی آخری کمائی تھی، اور اُسی پر جان دی، بہار کے شاگرد منشی اندرمن نے آٹھوین دفعہ مرتب کیا، اور خطبہ اور خاتمہ لکھکر شاہ عالم کے زمانہ مین ۱۱۸۴ھ مین ختم کیا، بہار عجم اسقدر مقبول ہوئی کہ تمام ارباب علم مین متداول ہوگئی، اور لوگ اسکی سندین پیش کرتے ہین، ہر فارسی دان اُسکے نام سے واقف ہے، محاورہ کے لئے اس نے اہل زبان کے شعر سند مین پیش کئے ہین،

سیالکوٹی مل وارستہ نام سے زیادہ یہ اپنے تخلص کے ساتھ مشہور ہے، شیخ حزین پر سراج آرزو نے جو اعتراضات کئے تھے اسکے جواب مین رجم الشیاطین اُس نے لکھی تھی، سمجھ لو کہ اہل زبان اور اساتذۂ فن کے مناظرات اور ردوکد مین جو صاحب نظر حملہ آورانہ اور خصوصاً مدافعانہ حصہ لے وہ کسدرجہ اس زبان پر عبور کامل اور وقوف تام رکھتا ہوگا، وارستہ نے اسی فارسی زبان کے عشق مین ایران تک کی خاک چھانی، اور کامل ۳۰ برس اس ملک مین بسر کئے، اس سفر کے نتائج علمی مصطلحات الشعرا اور صفات کائنات ہین، مصطلحات الشعرا گو صرف ۴۰۰ صفحہ کی ضخامت کا لغت ہے، لیکن پندرہ برس کی محنتون کا صلہ ہے، وارستہ دیباچہ مین لکھتا ہے،

> اکثر محاورات غریبۂ فارسی زبانان در اشعار فصاحت بار دیدم بہ تحقیق آن کمر سعی مستحکم بربستم ہرچند گرد کتب لغات گردیدم نفحۂ حل معانی بعضے ازان نشنیدم ناچار رجوع بزباندانان ایران دیار آوردم و پانزدہ سال درین تلاش بسر بردم، آنچہ از زبان آن جماعت شنیدم بردے استماع جمہور سخن پردازان خواستم در حیز کتابت آوردم،

پنڈت گنگا بشن حال نہین معلوم، اُس نے فرہنگ شیر و شکر کے نام سے عربی و فارسی الفاظ کا لغت لکھا ہے،

کاشی راج کھتری لغت پنجابی کے نام سے فارسی زبان مین لغت لکھا ہے اسکا قلمی نسخہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی مین ہے،

گردھاری لال دکن کا باشندہ، ۱۲۴۱ھ مین گنج اللغات فارسی لکھی، قلمی نسخہ آصفیہ مین ہے،

فرہنگ اننذراج اس فرہنگ کا ذکر اس سلسلہ مین مناسب نہ تھا کہ اولاً تو ایک مسلمان کی تصنیف ہے اور

ثانیاً، اسلئے کہ مسلمانون کے عہد حکومت کے بعد لکھی گئی ہے، لیکن صرف اسلئے اسکا تذکرہ مقصود ہیکہ اس سے ادائے احسان کا موقع پیدا ہو، فرہنگ انندراج چالیس پچاس برس ہوئے کہ مدراس کے ایک ہندو راجہ انندرام کی فرمائش سے ترتیب پائی، یہ فارسی زبان کا سب سے ضخیم اور مطول لغت ہے جو کئی جلدون مین اور چند ہزار یعنی تقطیع کے صفحات مین تمام ہوئی ہے، اسمین صرف خالص فارسی الفاظ ہنین ہین جیسا کہ دیگر لغت نویسون نے کیا ہے بلکہ ان عربی الفاظ کو بھی لیلیا ہے جو فارسی مین مستعمل ہین مصنف کے مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ نے اسپر ہزارون روپئے صرف کئے ہین، اسکے لئے دور دور سے کتابین منگوائین کتبخانہ ترتیب دیا، مصنف کا وظیفہ مقرر کیا اور خود چھپوا کر شایع کیا،

اس موقع پر ایک نکتہ کی بات ہم کہنا چاہتے ہین، اگرچہ ہندوستانیون نے انگریزی پڑھکر مرہٹی بنگالی اور اردو مین انگریزی ڈکشنریان آج بھی لکھی ہین لیکن درحقیقت انھون نے اسمین صرف مترجمی کی خدمت انجام دی ہے یعنی کسی مستند انگریزی ڈکشنری کو سامنے رکھکر اسکے مقابل کے معنی اپنی زبان مین لکھکر خانہ پری کردی ہے، لیکن جو خدمت کہ ٹیک چند بہار اور وارستہ نے اپنے زمانہ کی سرکاری زبان کی ادا کی اور مثل ایک اہل زبان کے بذات خاص تحقیق و کاوش سے شعراء کے کلام پڑھکر، ایرانیون کی صحبتین اٹھا کر خود اہل زبان سے مطارحات اور چھیڑ چھاڑ کر کے انجام دی اسکی نظیر اتبک تو پرانے "منشی" کے نوجوان "مسٹر" نہ دکھا سکے،

| منشی کالتا پرشاد | نادان تخلص، وطن دکن ہوگا، انھون نے فارسی قواعد کی کتاب "ہفت گل" لکھی، آصفیہ مین اسکا نسخہ ہے،
| بہنڈ دلال | زار تخلص، بہار علوم کے نام سے فارسی قواعد کی کتاب تصنیف کی، قلمی نسخہ آصفیہ مین ہے

مترجمین

دو مختلف قومون کے متضاد عناصر کو متحد کرنیکے لے بہترین کیمیا دی مسالہ دونون قومون کے

[لٹر]یچر کو متحد کر دیتا ہے، ڈاکٹر تیج بہادر سپرو نے صبح امید کے پہلے نمبر مین اس مقصد پر بڑا زور دیا ہے، [ہم] کہتے ہین کہ ہان اس جدید زمانہ مین سرنو کوشش کی ضرورت ہے، لیکن پرانے عہد کے بزرگون نے [ا]یے دور عمل مین اس خیال کو پیش نظر رکھا اور کامیابی ہوئی، اسوقت ہمارا سلسلۂ مضمون یہ ہنین ہے کہ [م]سلمانون نے کیا کیا، بلکہ یہ ہی کہ اس عہد کے ہندوؤن نے کیا کیا،

اس خیال کی اصلی کامیابی ملک کے مترجم طبقہ کے ہاتھ مین ہے، جو ایک قوم کے خیالات کو دوسری [ق]وم کے سامنے پیش کرتا رہے، اور بتاتا رہے کہ ان دونون مین کچھ بیر ہنین، بلکہ ایک ہی حقیقت کے مختلف مظاہر ہین، اگرچہ ترجمہ کا سلسلہ مسلمانون کے آغاز عہد سے قائم تہا لیکن وہ صرف علمی ذوق کا نتیجہ تہا قومون کی باہمی بیگانگی اور اجنبیت کا دور کرنا اسکا مقصد نہ تہا،

اکبری عہد مین حکومت کی خواہش کے مطابق مسلمان علما اور ہندو پنڈتون نے ملکر رامائن مہابہارت سنگھاسن بتیسی، لیلاوتی، نلدمن، تاجک، ہری بنس، اتھربن وید وغیرہ کتابون کا ترجمہ کیا، وہ پنڈت جو ان مین سے بعض کتابون کے ترجمہ مین شریک غالب رہے، یہ تھے، گنگا دہر، مہیش، مہانند، کشن جوشی بہاون، افسوس ہی کہ ان نامورون کے حالات ہنین معلوم،

اب وہ زمانہ بھی آیا جبکہ بادشاہون کی خوشی کے لئے ہنین بلکہ اپنی خوشی کے لئے فارسی دان ہندو پنڈتون نے اس کام کو از خود انجام دینا شروع کیا،

| گوبردہن داس | قوم کائستھ، متوطن دہلی، شہنشاہ جہانگیر کے عہد مین تہا، ۱۰۳۶ھ مین اس نے رامائن کا ترجمہ [فار]سی نظم مین کیا، یہ کتاب برٹش میوزیم لندن مین موجود ہے،
| بنوالی داس | ولی تخلص، شہزادہ داراشکوہ کا میر منشی، (چیف سکریٹری) تہا، ۱۰۶۳ھ مین اس نے بہاکا سے پربودھ چندرودیا نام ایک افسانہ کا فارسی مین ترجمہ کیا،
| پنڈت لچھمی نرائن | انھون نے شنکراچاری کی پوتھی ایرد کہا بوتی کا ترجمہ حدائق المعرفت کے نام سے فارسی مین کیا

منشی لکھن لال | جہان ظفر کے نام سے رامائن کا فارسی زبان مین ترجمہ کیا،

امر سنگھ | رامائن امر پرکاش کے نام سے پاربتی، مہادیو، رامچندر، راجہ دسرت کے حالات زبانداناِن فارسی کو سنا ہے،

پنڈت امرناتھ | شیدا تخلص، چار ویدون کے مطابق دنیا کے جو احوال تھے وہ فارسی مین خیالات شیدا کے نام سے بیان کرگئے، یہ کتابین کتبخانہ آصفیہ مین ہین،

رام پرشاد | اودھ کا باشندہ تھا، نواب ناظم محمد داراب خان کا خزانچی تھا، اس نے ۱۲۲۷ھ مین نواب مذکور کی فرمائش سے امت چرتر کا فارسی نظم مین ترجمہ کیا، اور مخزن العرفان سکا نام رکھا،

گوپال | خلف سری گوبند، اس نے سری بھاگوت وادھیا تمام رامائن کا ترجمہ فارسی مین کیا، اسکا ... لکھا ہوا نسخہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی مین ہے،

انند گھن گوشائین | تخلص بہ خوش اس نے پوتھی کاشی کھنڈ اس کو فارسی زبان مین منتقل کیا، بنگال ایشیاٹک سوسائٹی مین جو نسخہ ہے وہ ۱۲۰۸ھ کا لکھا ہوا ہے،

انند کنوار | حالات نہین معلوم، پوتھی موجہ دہرم گیان ساگر کا قلمی نسخہ جو اس نے فارسی مین ترجمہ کیا تھا سوسائٹی مذکور کے کتبخانہ مین ہے،

زور آور سنگھ | اس نے پوتھی بہادار بنہہ کو فارسی زبان مین منتقل کیا،

مرلی دھر | پوتھی سری بھاگوت کا فارسی مین مترجم قلمی نسخہ سوسائٹی مین ہے،

راؤ دلیپت سنگھ | اہل تاریخ کے سلسلہ مین اسکا حال گذر چکا ہے، مہاراجہ جگت سنگھ والی اودے پور کی سرکار مین نوکری کے زمانہ مین اس نے ایک بہت بڑا ادبی کارنامہ انجام دیا، بادۂ شیراز کو سفال ہندی بھر کر ملک کے سامنے پیش کیا، یعنی دیوان حافظ کا ہندی زبان مین ترجمہ کیا،

انسان اور مذہب

(ماخوذ از معارج الدین حصہ دوم زیر تصنیف)

از پروفیسر سید نواب علی ایم اے

گذشتہ صدی مین منکرین مذہب جب الحاد کا راگ گاتے تھے تو ہمیشہ تان اسپر ٹوٹتی تھی کہ مذہب کو عقلا نے مصلحتاً اغراض و مصالح دنیوی کے واسطے اختراع کیا ہے، لیکن جب سے معمورۂ عالم کی تاریخی او جغرافیائی معلومات مین وسائل سفر کی آسانیون سے اضافہ ہو کر علم الآثار کے روز افزون انکشافات سے قدیم انسان کے حالات دریافت ہوے تو صاف نظر آنے لگا کہ کوئی قوم خواہ کتنی ہی وحشی کیون نہو کسی خطہ مین ایسی نہین گذری جسمین جذبات مذہب خواہ کتنے ہی وحشیانہ طریقہ سے انکا اظہار کیون نہو موجود نہون، اور اسلئے لامحالہ یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مذہب فطرت انسانی کا شریک غالب ہے،

اس تحقیق سے مذہب کی عمارت اگرچہ فطرت کی مضبوط چٹان پر قائم ہوگئی اور ملاحدہ کا اعتراض خود بخود رفع ہوگیا، لیکن انکا انکار او جحود اب دوسرے رنگ مین ظاہر ہوا، وحشی اقوام عالم کی ابتدائی جذبات اور انکے رسوم و شعائر کی کنہ اور حقیقت پر غور کرکے ڈاکٹر ٹائلر نے اپنی تصانیف[۱] مین یہ دعوی کیا کہ مذہب کی بنیاد روحون اور بھوتون کے فرضی تصور پر قائم ہے اگر ہربرٹ اسپنسر نے پرستش موتی پر اور فریزر نے سحر پر قائم کی، ان خیالات کی بنا پر ملاحدۂ حال کے ایک گروہ نے یہ کہنا شروع کیا کہ مذہب چونکہ وحشیون کے توہمات سے شروع ہوا ہے اسلئے لغو ہے، کاش یہ مدعی اگر انصاف کی آنکھ سے دیکھتے تو معلوم ہوتا کہ سائنس کی ابتدا بھی یون ہی ہوئی ہے، ڈاکٹر جیونس کہتا ہے،

"زمانۂ حال کے محققین کا سائنس وحشیون کی غلطیون سے پیدا ہوا ہے لیکن اگر کوئی شخص اس وجہ سے

[۱] دیکھو Primitive culture اور Anthropology

سائنس کا مضحکہ اڑائے کہ یہ تو اگلون کے توہمات کی یادگار رہے تو یہ خیال کسقدر لغو اور پوچ سمجھا جائیگا" (ترجمہ تبصرہ پنجم صفحہ ۲)

کیون نہین یہ خیال لغو اور پوچ کیون نہ سمجھا جائے، لیکن ذرا سنو مذہب ان مدعیون سے کیا کہتا ہے، ؎

من ارچہ عاشقم و رند و مست و نامہ سیاہ — ہزار شکر کہ یارانِ شہر بیگنہ اند

ایک دوسرا گروہ ہے جسمین ہکسلے، ہکل، رومانس وغیرہ ہا ہمصفیران ڈارون شامل ہین وہ یہ دعوی کرتا ہے کہ مسئلہ ارتقا کے رُو سے مذہب بھی جانورون کے جذبات کی ارتقائی صورت ہے، لیکن اگر بامعان نظر دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے کہ اس دعوی کی ضرورت یون پیش آئی ہے کہ اس گروہ نے قانون ارتقا کو ہمہ گیر سمجھ لیا حالانکہ انھون نے کافی ثبوت نہین دیا،

ارتقا ہمہ گیر نہین

اسپنسر نے سب سے پہلے کائنات مین عمل ارتقا کو ہمہ گیر ثابت کرنیکی کوشش کی، لیکن اُس نے مادہ اور قوت کے متعلق کچھ بھی نہ کہا کہ خود انکا ارتقا کیونکر عمل مین آیا، اسی طرح قوانین فطرت مثلاً تجاذب اجسام کشش ثقل، کیمیاوی امتزاج وغیرہ کے بارہ مین وہ کچھ نہین کہتا، کہ خود یہ قوانین کن قاعدون کی ارتقائی صورتین ہین، شاید یہ کہا جائے کہ یہ تو مفروضات اولیہ ہین جنکو لامحالہ ماننا ہی پڑیگا، لیکن آخر انکی کوئی حد بھی ہے عالم افلاک سے اترکر جب وہ کرۂ ارض سے بحث کرتا ہے تو آغاز حیات کیونکر ہوا اسکے متعلق پھر وہ خاموش ہو جاتا ہے اور کچھ نہین کہتا کہ آخر اسکا ارتقا کیونکر عمل مین آیا، یہی حال عالم حیات مین وجود رُوح کا ہے جسکے متعلق ہم معارج جلد اول باب سوم مین مفصل بحث کر چکے ہین، پس جب وجود رُوح بھی ایک متنازع رہا تو مذہب جسکا تعلق خاص رُوح سے ہے وہ بھی ارتقا کے مفروضہ ہمہ گیر دائرہ سے خارج ہوا جاتا ہے،

اصل یہ ہے کہ اس گروہ نے علم الحیات کی روشنی مین حیوان اور انسان کے باہمی مشابہت کو تو دیکھا لیکن علم النفس کے دقیق فرق مراتب کو نظرانداز کر کے ؎ "غیر فہم و جان کہ در گاو و خراست۔ آدمی را عقل و جانِ دیگر است" پر غور نہین کیا اور غور کرین تو کیونکر انھون نے تو ارتقا کے مفہوم مین غیر ضروری تصرف کیا ہے، ڈاکٹر ڈالف اٹو (R. Otto) کہتا ہے،

ارتقا سے مراد یہ ہے کہ جو بالقوہ تھا وہ بالفعل ہو گیا جیسے تخم سے درخت، ترقی کے زینے ایک دوسرے سے متصل ہین، اور کائنات خاصکر عالم حیات ارتقا کی سیڑہی ہے، حیات کے ادنی اشکال مین جو بالقوہ تھا وہ درجہ بدرجہ ترقی کر کے شکل اعلے جیسے انسان مین بالفعل ہوکر ظاہر ہوا،

پہلے اس رائے سے یہ مراد ہرگز نہین لیتے تھے کہ ہر درجہ اعلیٰ اپنے درجۂ اسفل کے کسی نمایندہ کی جسمانی اور ذہنی تغیر کے باعث ٹھیک اس طور سے ظاہر ہوا ہے کہ اسپر "خلف الصدق" کے لفظی معنی کا اطلاق کیا جائے، چونکہ ارسطو کی رائے مین عالم قدیم تھا، اسلئے صور نوعیہ کے متعلق بھی یہی خیال تھا،

زمانۂ حال کے فلسفیون کے نزدیک بھی عالم ایک سلسلۂ ارتقائی کے ساتھ وابستہ ہے، لیکن اسکی ضرورت نہین کہ "خلف الصدق" کا لفظی مفہوم بھی جزو لاینفک ہو جائے کیونکہ ایسا تصور ارتقا کو ایک کاٹھ کی پتلی بنا دیتا ہے، اور بقول جرمن فلاسفر ہیجل محض طفلانہ اور "رجماً بالغیب ہی" (ماخوذ از باب پنجم)

بیشک ایسا تصرف رجماً بالغیب ہے، جس طرح نتھو کلو شجرہ بنا کر شیخ صدیقی مشہور ہو جاتے ہین یا جس طرح انگلستان کے اکثر آدمی ولیم فاتح کے نارمن امراسے شجرہ ملا کر شرفا مین داخل ہونیکی کوشش کرتے ہین اسی طرح پیروان ڈارون خاصکر ہیکل نے حضرت انسان کا ایک مکمل شجرہ بنایا ہی اور بندرون سے ملا دیا ہے،[۱]

آؤ مفہوم ارتقا کو اس رجماً بالغیب تصرف سے پاک کر کے تفکر کے دُور بین سے تخلیق انسانی کے ابتدائی زمانہ پر غور کرین،

ایک وقت تھا جبکہ کرۂ ارض پر حیات کے وجود کی طرح انسان کا نام و نشان نہ تھا، ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً مذکوراً، انسان پر ایک ایسا زمانہ گذرا ہی جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا پھر ایک دور ایسا آیا جبکہ چند عناصر کے کیمیاوی امتزاج سے ایک ایسی شے کا وجود ہوا جسکو سائنس پروٹوپلازم اور امیبا کہتی ہے اور جسکو مذہب "صلصال" یا "حماً مسنون" کہتا ہے، اس شے کو سائنس کے انتخاب طبعی اور

[۱] دیکھو ہیکل کی کتاب (Last Link)

مذہب کے قانونِ "اصطفیٰ" نے ایک مدت کے بعد "احسن تقویم" کی شکل مین ظاہر کیا اور اب ایک ایسی نوع کا ظہور ہوا جو ارتقاے حیات کی علت غائی اور اپنے سابقہ ہمعصر انواع سے علوم عقلیہ اور آلہیہ کے انکشاف افعال غیر محدود کے صدور کارخانۂ فطرت مین دخل و تصرف اور قواے فطرت کی تسخیر کے لحاظ سے اشرف اور اعلیٰ ہونیکی قابلیت رکہتی ہے، اس نوع کا پیشوا ابتداءً امر و نہی کی کشمکش سے نا آشنا اور خیر و شر کے فرق سے نابلد معصوم بچون کی طرح مادرِ گیتی کی بہشت آغوش مین پرورش پاتا تہا، ایک عرصہ کے بعد پیشواے نوع کی اس حالت مین تغیر پیدا ہوا اور کیونکر نہوتا، ارتقاے جسم کی نہایت ارتقاے روح کی بدایت تہی جس سے باطنی کشمکش کا دور شروع ہوگیا، اب وہ سکون کی بہشت سے نکل کر ترقی اور تنزل کے میدانِ امتحان مین آیا، اس میدان مین اس نے خود کو تنہا پایا، اسکو اپنی شخصیت کا علم ہوا، اس علم کی روشنی مین اب اُسکی آزادانہ روش مین فرق آگیا وہ رُک رُک کر چلنے لگا، رُکتا تہا کہ ٹہوکر کہائی، وہ سنبہلا مگر انفعال سے عرق عرق ہوگیا، یہ انفعال ایک نیا عالم تہا جس سے ابتک کوئی نوع واقف نہ تہی، یہ نیا عالم قلب کا عالم ہے اس عالم مین پہنچکر اس نے خود کو جسم و روح کی کشمکش مین عاجز و ناتوان پایا، اسکو کوئی یاور کوئی مددگار نظر نہ آیا مگر وہ مایوس نہوا، اسکا قلب ایک زبردست پوشیدہ یاور کی طرف رجوع کرکے یون عرض کرنے لگا،

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین۔

خداوندا! ہمنے اپنی جانون پر ظلم کیا اگر تو ہمکو نہ بخشیگا اور ہمپر رحم نہ فرمائیگا تو ہم گہاٹا اٹہانے والون مین ہونگے،

یہ محض چند کلمات نہ تہے بلکہ حاسۂ انفعال کی زبان حال یا نالۂ قلب تہا جسپر مذہب کی بنیاد قائم ہوئی اور قیامت تک قائم رہیگی، شیدائیان سائنس مذہب کی بنیاد روحون، بہوتون، پرستش موتی، سحر، غرضکہ جسپر چاہین قائم کرین مذہب کہتا ہے

من بہر جمعیتے نالان شدم
جفت خوشحالان و بدحالان شدم

ہر کسے از ظن خود شد یارِ من
وز درونِ من نجست اسرارِ من

سرِ من از نالۂ من دور نیست
لیک چشم و گوش را آن نور نیست

حقیقت یہ ہے کہ مذہب کا راز نالۂ قلب سے ظاہر ہوتا ہے۔

بچون کے قواے ادراکیہ کا ارتقاء

(ترجمہ)

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ فطرت ہر طرح کے قواے بدنی و نفسی انسان کو اسکے آغاز خلقت ہی مین ودیعت کردیتی ہے مگر وہ کبھی دفعتہً نہین ظاہر ہوتے بلکہ بتدریج نمواً اپنے موثرات کے ماتحت مختلف ازمنہ و اوقات مین ظاہر ہوتے اور ترقی کرتے ہین، ہم اس مضمون مین مختصراً ان قوتون کے شواہد اور انکے ظہور کی مختلف کیفیات کو دکہلانیکی کوشش کرتے ہین،

مشاعرِ لذت و الم

ذوق — بچون مین شعور لذت کا ثبوت سب سے پہلے ذوق کی صورت مین ملتا ہے، اور اسی سے انکے شعور آلام کا بھی پتہ چلجاتا ہے، اگر ایک بچہ کو جو اپنی عمر کے تیسرے مہینہ مین ہو کسی ایسی گاے کا دودھ دو جسمین روزمرہ کے مستعمل دودھ سے مٹھاس کسیقدر کم ہو تو وہ بچہ اس دودھ کے پینے سے انکار کریگا، اسکا منھ پہیر لینا اور ناک بہون چڑہانا اسکے عدم قبول اور حس اختلاف ذوق کا بین ثبوت ہے،

لمس — کسی چیز کے چہوجانے یا مس ہونے سے انسان کو جو الم یا لذت ملتی ہے اسکا شعور بھی بچون مین پایا جاتا ہے، کسی چیز کے چہونے سے جو لذت ملتی ہے اسکا اظہار بچون مین کم از کم دو ماہ گذرنے سے پیشتر نہین پایا جاتا لیکن الم کا ثبوت اسوقت مین بھی ملتا ہے جبکہ وہ فقط دو ہفتہ کا ہوتا ہے، اگر کسی قلم سے دو ہفتہ کے بچے کی ناک چہودو یا اسکی آنکہین بند کردو تو وہ فوراً منھ بسورنے اور رونے لگتا ہے، یہ اسی الم کا شعور ہے جو اسکے عضو کو مس کرنے سے پہنچتا ہے،

نظر — کسی چیز کو دیکہنے سے لذت یا الم حاصل ہونا، یہ قوت بھی بچون مین صغر سنی ہی سے پائی جاتی ہے،

تم ایک شیرخوار بچہ کو مختلف چمکدار رنگ اور کوئی ایک گہرا رنگ دکھلاؤ، دونون کو دیکھکر اسے مسرت حاصل ہوگی لیکن دونون صورتون مین کیفیت مسرت جداگانہ ہوگی، پہلے قسم کے رنگ کو دیکھکر وہ کچھ آوازین منھ سے نکالیگا ہاتھ، پاؤن، اور سر کی حرکت سے فرط مسرت کا اظہار کریگا، بخلاف اسکے دوسرے قسم کے رنگ کو دیکھکر بھی وہ خوش ہوگا مگر اتنا نہین، اسکو محض خوشی سے دیکھیگا اسکے ہاتھ، پاؤن اور سر مین حرکت کی جگہ سکون ہوگا

سمع کسی اچھی آواز کو سن کر اس سے مسرور ہونا، یہ قوت بھی بچون مین پائی جاتی ہے، آلات طرب و غنا اور اصوات ترنم کی طرف چھوٹے بچون کا میلان عموماً پایا جاتا ہے، تم نے دیکھا ہوگا کہ بچہ جب چار پانچ ماہ کا ہوتا ہے اسی وقت یہ شعور اسمین پایا جاتا ہے، جب اسکی دایہ کچھ گنگناتی ہے تو اسکو بہت سکون و اطمنان سے سنتا ہے، بسا اوقات تو ایسا ہوتا ہے کہ انتہاے مسرت کے عالم مین، بچہ خود بھی ویسی آواز نکالنے کی کوشش کرتا ہے، عموماً بچے جب رونا شروع کرتے ہین تو اصوات ترنم ہی سن کر چپ ہوتے ہین، ان صداہاے ترنم سے اسدرجہ انکو راحت ملتی ہے کہ اکثر سنتے سنتے سو جاتے ہین،

شم خوشبو اور بدبو کا صحیح امتیاز بچون مین عموماً ذرا دیر مین پیدا ہوتا ہے، لیکن قوت شامہ دس ماہ کے بچہ مین موجود ہوتی ہے، اس شعور کا ثبوت دس ماہ گذر جانے پر عموماً بچون کی حرکت وسکنت اور انقباض واکراہ کی صورت مین ملتا ہے،

عواطف

ان سے میری مراد وہ جذبات انسانی ہین جو نظام عصبی کے تحریک و ہیجان سے دفعتہً پیدا ہو جاتے ہین مثلاً غیض و غضب، غیرت و حمیت، زحمت و ملال، خوف و دہشت ان مین سے ہر ایک جذبہ بچون مین پایا جاتا ہے

خوف آغاز طفولیت جبکہ بچہ محض ڈیڑھ ماہ کا ہوتا ہے اسی وقت اسمین خوف پایا جاتا ہے ضعف قوی کے باعث یہ جذبۂ خوف بدرجۂ اتم اسمین موجود ہوتا ہے، تم کسی دو ماہہ بچہ کے پہلو مین چھینکو یا ایک چیخ مارو تو اس حرکت سے لڑکا خوف زدہ ہوگا اور اسکا اظہار وہ اپنے چہرہ کے شکن اور گریۂ و زاری کی صورت مین کریگا،

غیرت وغضب یہ دونون جذبات بھی آغاز طفولیت ہی سے پائے جاتے ہین، موسیو پرزان ایک سہ ماہہ بچہ کا ذکر کرتے ہین کہ جب وہ کسی دوسرے بچہ کو اپنی ماں کی چھاتی سے لگا دیکھتا تھا تو اسکو بڑی غیرت آتی تھی اور اپنی غیرت کا اظہار مختلف حرکات وسکنات کبھی منھ بسورنے اور رونے کے ذریعہ سے کرتا تھا، ایک اور بچہ اپنی ولادت کے دوسرے دن اپنے سامنے ایک تکلیف دہ صورت انسانی کو دیکھکر مضطرب ہوتا ہے بستر پر لیٹے لیٹے مختلف حرکات غضب کیا کرتا تھا، اور اسکی یہ کیفیت غضبی اسوقت اور بڑھجاتی تھی جب وہ اذیت رسان صورت انسان کو اپنے سامنے کپڑے پہنتے دیکھتا تھا اور خصوصیت کے ساتھ اسوقت وہ بچہ اور زیادہ مبہوت ہو جاتا تھا جبکہ وہ شخص اپنے ہاتھ آستینون مین ڈالتا تھا،

بغض ومحبت یہ جذبات اختلاف اشخاص کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہین، ایک بچہ جو گیارہ مہینہ کا تھا، وہ پانیکے شیشہ کو دیکھکر اور بعض کھانون سے بہت مسرور ہوتا تھا، اسی طرح بعض لوگون کو دیکھکر اسکو بہت خوشی ہوتی تھی، لیکن بعضون کی صورت سے اسکو انتہا درجہ نفرت تھی، بچون کی محبت بعض حالات مین بہت نمایان طور پر ظاہر ہوتی ہے، مثلاً جب انکے والدین پر کوئی مصیبت و آفت پڑجاتی ہے تو اس سے وہ بھی بہت متاثر ہوتے ہین، ہمکو ایک بچہ کا علم ہے جسکا باپ اسکے سامنے کرسی سے گر گیا، یہ دیکھکر بچہ چیخ کر رونے لگا، یہانتک کہ قریب قریب بیہوشی کی سی کیفیت اسپر طاری ہوگئی، حالانکہ اس بچہ کی عمر اسوقت صرف سترہ مہینہ کی تھی،

زحمت وغم یہ دونون جذبات بچون مین پائے جاتے ہین لیکن انکی تاثیر کچھ زیادہ دیر پا نہین ہوتی ایک بچہ جسکی عمر چار برس کی تھی اسکا ایک محسن عزیز مر گیا، اس حادثہ سے اسکو بہت غم ہوا اور رونے چلانے لگا، یہانتک کہ اسکے باپ نے شرکت عزاداری کا قصد کیا مگر نہ جا سکا، لیکن تھوڑی دیر کے بعد اسکے آنسو تھم گئے اور چپ ہوکر اپنے باپ سے کہا کہ "فلان مر گیا اسکا باجا اور گھوڑا مجھے دیدیجئے"، پہلی کیفیت اسکے شدت حزن وملال کی تھی اور دوسرے انکے زوال تاثیر کی، مگر یہ دونون کیفیتین سریع الزوال ہین،

حرکات

بچے جسوقت پیدا ہوتے ہین اُنسے بہت سے حرکات صادر ہوتے ہین جنمین اکثر بے فائدہ اور غیر ارادی ہوا کرتے ہین، اسکے بعد رفتہ رفتہ انکی قوت ارادی استحکام حاصل کرتی ہے، ہمنے ایک ایسے بچہ کے حالات کا مطالعہ کیا جسکی پیدائش پر سات دن گذرے تھے، ہمنے اسکو دیکھا کہ وہ کبھی چھینکتا ہے، کبھی جماہی لیتا ہے، کبھی اپنی آنکھون کو ہر طرف پھیرتا ہے، کبھی دونون ہاتھون کو اپنے سر پر رکھتا ہے، کبھی ہر اس چیز کو جو اسکے منھ سے لگا دیجاے چوستا ہے، فاضل تیدمن کہتا ہے کہ مین نے اپنے بچہ کی پیدائش کے دوسرے ہی دن اسکے حالات کا مطالعہ شروع کیا، مین نے دیکھا کہ جو چیز اسکے منھ سے لگا دیجاتی ہی وہ بے تکلف اسکو چوستا ہی،

بچہ کے حرکات ارادی مین سے بعض دوسرے، چوتھے اور پانچوین مہینہ مین ظاہر ہوتے ہین اور انوقت ان مین کسیقدر استحکام اور قوت بھی پائی جاتی ہے، مثلاً جبکہ تم پانچ مہینہ کے بچہ کو گہوارہ مین رکھنا چاہو اور وہ بیٹھنا نہ چاہتا ہو تو اسوقت تمہین کسیقدر زور اور قوت سے کام لینا پڑیگا، بچہ کا انکار نشست اور تمہارا صرف قوت اسکی قوت ارادی کے استحکام کی دلیل ہے،

قواے عقلیہ

بچون مین جس طرح حواس خمسہ ظاہرہ ذوق، لمس، سمع، شم، نظر اور وہ جذبات جنکا مدار محض نظام عصبی کے تحریک و تہیج پر ہے پاے جاتے ہین، اسی طرح ان مین قواے عقلیہ کا وجود بھی صغر سن سے پایا جاتا ہے، ایک بچہ انتباہ، حفظ وذکر، احساس وتمیز، اور تصور وحکم یہ تمام قواے عقلیہ بدو فطرت ہی تن اپنی ہستی کے ساتھ لاتا ہے، نہ کہ دنیا کے خارجی معلومات و موثرات اور ذرایع کسب وحصول سے مدت کے بعد اپنے اندر پیدا کرتا ہے،

انتباہ | اسکے یہ معنی ہین کہ انسان جب کسی شے کو دیکھے تو اسکے وجود کا اسکو احساس حاصل ہو، یہ قوت بچون مین پائی جاتی ہے، ایک بچہ جو سترہ دن کا تھا جب اسکے آگے سے کوئی شخص چراغ لیکر گذرتا تھا تو وہ

برابر چراغ کو دیکھتا رہتا، اس دیکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ چراغ کے وجود کو وہ اچھی طرح محسوس کرتا تھا، فاضل تیدمن اپنے بچہ کا ذکر کرتا ہے کہ جب وہ تیرہ دن کا تھا تو جو شخص اس سے باتین کرتا، وہ اسکے اشارات و حرکات کو اچھی طرح محسوس کرتا تھا، اور اپنے اس احساس اشارات کا ثبوت اپنے مختلف حرکات دست وپا سے دیتا تھا،

حافظہ و ذاکرہ | یہ قوت بچون مین بھی اسی طرح مختلف ہوتی ہے، جس طرح نو عمرون اور جوانون مین، بعض بچون مین بہت آغاز عمر ہی سے اسکا وجود پایا جاتا ہے، ایک بچہ جو تین مہینہ کا تھا اپنے کپڑون کو خوب پہچانتا تھا، ایک اور بچہ جو آٹھ مہینہ کا تھا اُس نے ایک شخص کو گھنٹہ بجاتے دیکھا، اس نے بھی اپنے ہاتھ کو ویسی ہی حرکت دینی شروع کی کہ گویا وہ اپنے خیال مین گھنٹہ بجا رہا ہے، اس روز کے بعد سے کچھ دنون تک اسکو یہ حرکت یاد رہی اور وہ اسکو اکثر کیا کرتا تھا،

اتحاد تصورات | فاضل تیدمن کے بچہ کو برابر اسکے کسی پہلو مین لیٹ کر دودھ پلایا جاتا تھا، بچہ کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ جب کوئی شخص اسکے پہلو مین لیتا تو فوراً دودھ پینے کے لئے آمادہ ہوجاتا تھا، وہ بچہ جب پانچ مہینہ کا ہوا تو اپنی دایہ کو وہ کپڑے پہنتی دیکھکر جنکو پہنکر وہ اسکو سیر وتفریح کے لئے لیجاتی تھی بہت خوش ہوتا اور اُسکے چہرہ سے خوشی ومسرت کے آثار ظاہر ہوتے تھے، ہم نے ایک شش ماہہ بچہ کو دیکھا کہ جب اسکو وہ کپڑے پہناے جاتے جنکو پہنا کر اسکو سیرگاہ مین لیجاتے تھے تو بہت خوش ہوتا اور ہنستا تھا،

ایک بچہ کو جو ساڑھے تین مہینہ کا تھا اسکی دایہ ایک روز سیر وتفریح کے لئے لیچلی، سڑک پر پہنچکر اس نے پھولون کا ایک ہار خریدا اور اپنے گلے مین ڈال لیا، چند دنون کے بعد اس لڑکے کا چچا آیا اسکے کوٹ کے تکمہ مین گلاب کا پھول لگا ہوا تھا، بچہ کو گود مین اُٹھایا تو اس نے سینہ پر منھ رکھکر اپنے ہونٹون کو حرکت دی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ دودھ پینا چاہتا ہے،

ان تینون واقعات مین اتحاد تصور کی بین دلیلین ہین، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بچون مین یہ قوت

بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے،

تجرید و تخصیص اسکے یہ معنی ہین کہ کسی خاص وصف و حالت کی بنا پر کسی شے سے لذت یا الم حاصل کرنا یہ جذبہ بھی بچون مین ایام طفولیت ہی سے پایا جاتا ہے، تم نے دیکھا ہوگا کہ اکثر بچون کے سامنے کوئی چیز لیجاؤ تو بسا اوقات وہ اسکی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے بھی نہین اور اس سے کسی قسم کی خوشی یا رنج کے حرکات و سکنات کا اظہار بھی نہین کرتے مگر جب اسی چیز کو انکے سامنے حرکت دو تو وہ اُسے گھور گھور کر دیکھتے ہین ہاتھ، پاؤن مارتے اور مختلف آوازین نکالتے ہین جن سے انکی مسرت اور خوشی کا پتہ چلتا ہے،

اسی طرح تم مختلف رنگون کے کارڈ انکے سامنے لیجاؤ اور باری باری سے انکو دکھلاؤ تو اکثر ایسا ہوگا کہ بچون کو ان مین سے کسی ایک کے دیکھنے سے بڑی مسرت ہوتی ہے، اور بقیہ مین اُنکے لئے کوئی دلچسپی نہین ہوتی، پھر تم وہ کارڈ جس سے انہین دلچسپی ہو چھپا دو اور بقیہ کارڈ بار بار دکھایا کرو تو وہ کوئی حرکت رنج و خوشی کی نہ کرینگے بلکہ خموشی سے دیکھتے رہین گے مگر جب وہ چھپا ہوا کارڈ دکھا دگے تو بیساختہ ہنس پڑینگے ہاتھ، پاؤن، سر، اور تمام جسم کی حرکت سے اپنے دلی مسرت کا ثبوت دینگے،

تمیز یہ قوت آغاز طفولیت مین صحیح طور پر عموماً نہین ہوتی، کیونکہ ایک لڑکا جب تین مہینہ کا تھا تو دودھ پلانیکی دو شیشیان اسکے سامنے لائی گئین جنمین سے ایک دودھ سے بھری اور دوسری خالی تھی لڑکے نے دونون کو اپنے ہاتھ مین لیکر اس شیشی کو منھ سے لگایا جو خالی تھی پھر یہی لڑکا جب دس مہینہ کا ہوا تو اسکے سامنے ایک کیک اور معمولی روٹی کا ایک ٹکڑا رکھا گیا پہلے اُسنے کیک اٹھایا اور کھایا مگر فوراً وہ اسکے ہاتھ سے چھین لیا گیا جب رونے لگا تو معمولی روٹی کا ٹکڑا اسکے ہاتھ مین دیدیا گیا اسسے وہ چپ ہو گیا، دانتون سے کاٹتے ہی مزہ چکھ کر اس نے اسکو پھینکدیا اور پھر رونے لگا، اس سے معلوم ہوا کہ محض دیکھکر دو چیزون مین تمیز صحیح کی قوت نہ تھی، خالی شیشی کو منھ سے لگانا اور معمولی روٹی کا ٹکڑا لیکر چپ ہو رہنا اور اسکو کھانیکے بعد اختلاف ذائقہ پہچانکر پھینکنا اسکی صاف دلیل ہے، حالانکہ یہی لڑکا اپنے روزمرہ کے کھلونون کو اور اپنے دوسرے ہمسن بچون کے کھلونون کو خوب پہچانتا تھا کیونکہ یہ جب اپنے کسی دوسرے

ہمسن لڑکے کے کھلونون کو لے لیتا تو بہت خوش ہوتا مگر جب دوسرا اسکے کھلونے کو لے لیتا تو رونے لگتا تھا،

غرض ابتداء طفولیت مین قوت تمیز پوری طرح عموماً نہین ہوتی، رفتہ رفتہ یہ قوت آتی جاتی ہے، البتہ ایک بچہ کو مین جانتا ہون جسکی عمر جب سات مہینہ کی تھی وہ اسی وقت عورتون اور مردون مین پوری تمیز رکھتا تھا، اسکا پتہ اس طرح چلا کہ وہ اپنی مان، دایہ اور بہت خاص اعزہ کے علاوہ کسی دوسری عورت کے گود مین ہرچند کوئی عورت چاہتی مگر نہین جاتا تھا، البتہ مردون مین سے ہر شخص کی گود مین بلا تکلف چلا جاتا تھا

اسی بچہ کا ایک واقعہ ہے کہ جب وہ ڈیڑھ برس کی عمر کا ہوا تو اس نے ایک ڈبہ کو جسمین برابر شکر رکھی جاتی تھی کھولا، اسکو خالی پاکر اس نے زمین پر دے مارا، اور تیز نگاہون سے لوگون کی طرف دیکھکر چلانے لگا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس شکر کو ڈھونڈتا ہے جو اسمین رکھی ہوئی تھی،

تصور یہ قوت ابتداء طفولیت مین پائی جاتی ہے، اسی کا اثر خوف دہشت، اور وحشتناک خوابون کی صورت مین ظاہر ہوتا ہے، یعنی بچون پر بیداری کی حالت مین کوئی ڈر یا خوف طاری ہوتا ہے تو بسا اوقات اسکا تصور اسدرجہ دیرپا ہوتا ہے کہ کبھی کبھی خواب کی حالت مین بھی وہ اس سے ڈر جاتے ہین،

تعمیم بچون مین قدرت تکلم سے بیشتر ہی یہ قوت پیدا ہو جاتی ہے، ایک بچہ جسکی عمر آٹھ نو مہینہ کی تھی، اُس نے ایک بڑے صندوق مین ایک بٹن کا بکس دکھا دیکھا جسمین چھوٹی چھوٹی وہ چیزین جو اس مین ہمیشہ رکھدی جایا کرتی تھین اُسکو دیکھکر اس نے عام طور پر یہ سمجھ لیا کہ ہر ڈبیہ اور خالی برتن مین چیزین جنمین کوئی دوسرا ظرف یا کوئی چھوٹی چیز سما سکے کوئی چیز رکھدینی چاہیئے اُس نے ایسا ہی کرنا شروع کیا کہ جب کسی برتن کو خالی دیکھا تو اسمین کوئی دوسرا برتن یا اور کوئی چیز اٹھا کر رکھدی،

حکم آغاز مضمون مین یہ بتایا گیا ہے کہ ایک چھوٹا بچہ جب اپنی دایہ کو وہ کپڑے پہنتے دیکھتا جنکو پہنکر وہ اسکو سیرگاہ کی طرف لیجاتی تھی تو بہت خوش ہوتا تھا اسکی یہ خوشی درحقیقت اسکے نفس کے اس حکم کے بنا پر ہوتی تھی کہ دایہ اب اسکو سیرگاہ کی طرف لیجائیگی، بچہ کی اس قوت قیاس و حکم سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ

وہ ہر امر مین اسی طرح حکم لگا سکتا ہے، نہین، اسکا یہ حکم صرف انہی محسوسات تک موقوف ہوتا ہے جو اسکے سامنے ہین، مجردات کے متعلق وہ کوئی حکم نہین لگا سکتا،

استدلال مخصوص حالات وکیفیات کو دیکھکر کسی امر پر دلیل قائم کرنا، بچون مین اسکی قوت بھی پائی جاتی ہے، ایک بچہ جسکی عمر سات مہینہ کی تھی اس نے اپنی دایہ کو کچھ کہاتے دیکھا، یہ دیکھکر اس نے ایسی حرکات شروع کئے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ دایہ سے وہ کچھ مانگ رہا ہے، آخر مین رونے اور چلانے بھی لگا، دایہ کے منھ کی مخصوص حرکت سے اس نے سمجھا کہ وہ کچھ کہا رہی ہے اور جو چیز وہ کہا رہی ہے کوئی اچھی چیز ہے، یقیناً میرے لئے بھی اچھی ہوگی، اس بنا پر اس نے یہ چاہا کہ اسکو بھی وہ چیز ملتی،

ادب واخلاق چھوٹے بچے محض خیر وشر کو نہین جانتے، مگر خارجی اشیا کے ذریعہ سے انکو بھی خیر وشر کی تمیز ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ جس چیز سے وہ رُوکے جاتے ہین اسکو بری جانتے ہین اور جس چیز سے نہین روکے جاتے اسکو اچھی سمجھتے ہین، فاضل تیدمن نے اپنے بچہ کا ذکر کیا ہے کہ انکا بچہ جب دو برس پانچ مہینہ کا تھا اسوقت جب وہ کوئی اچھا کام کرتا تو کہتا کہ

"آج لوگ میری تعریف کرینگے اور کہین گے کہ اس بچہ نے اچھا کیا"،

مگر جب کوئی برا کام کرتا اور گھر والے صرف اتنا کہدیتے تھے کہ تمہارے پڑوسی تمکو اچھا نہین جانتے تو وہ اس کام سے رُک جاتا تھا،

تواردبی مین سے عدل ومساوات، بخل وکرم، قساوۃ ورحمدلی یہ جذبات آغاز طفولیت ہی مین ظاہر ہونے لگتے ہین،

ابوالحسنات ندوی

برق یا کہربا

از مولوی ابوالاعلیٰ مودودی

یورپ کے اختراعات دماغیہ جنھون نے آج ایک عالم کو محو حیرت بنا دیا ہے، سائنس کی وہ ترقیان جنکا کل کسی کو گمان تک نہ تھا، آج ہماری سامعہ اُنسے متحیر اور ہماری باصرہ اُنسے متعجب ہے، کل جن باتون کا گذر میدان تخیل جیسے وسیع جولانگاہ تک مین نہو سکتا تھا آج وہی ہمارے کان سنتے اور آنکھین دیکھتی ہین،

ان تمام اختراعات عجیبہ وصنائع غریبہ مین سے ایک برق بھی ہے جسکے خصائص اور قویٰ کے علم نے ہمارے آسمان وزمین کو بدل دیا ہے، ایک طرف وہ انسانون کو منٹ بھر مین ہزارون کوس سے خبرین لادیتی ہے تو دوسری جانب رات کی اندھیریون مین ہمین دن کا لطف اُٹھانیکا موقع دیتی ہے، ایک جانب وہ سخت سے سخت معدنی چیزون اور پتھرون کو پانی کرکے بہادیتی ہے تو دوسری جانب پانی ایسی سیال چیز کو جما کر برف کردیتی ہے،

وہی برق یا کہربا جو آج امریکا کے ایک پروفیسر کے ہان بندۂ بیدام کی طرح تمام ضروریات مہیا کردیتی ہے آج سے دو ہزار سال قبل حکیم تالیس اسکی دریافت سے سخت متعجب ہوا تھا کہ

"کہربا کی ڈلی کو اگر ریشمی کپڑے سے رگڑین تو وہ سرکنڈے کے گودے وغیرہ ہلکی ہلکی چیزون کو اپنی طرف کھینچتی ہے"

یہ ایک مسلمہ نظریہ ہے کہ دماغ انسانی مرور ایام کے ساتھ ترقی کرتا جاتا ہے، گو ایک زمانہ تک اسی خیال پر قیام رہا مگر دماغ انسانی کو اس کہربا کی طرف توجہ ہوئی جو آگے چل کر تماشاگاہ عالم کی ایک زبردست ایکٹر ہونیوالی تھی، ڈاکٹر گلبرٹ نے اپنے تجربہ سے معلوم کیا کہ کہربا کے سوا گندھک، شیشہ، آبنوس وغیرہ اشیا اور رگڑنے سے اس خاصیت کا اظہار کرسکتی ہین،

اب یہ خیال پیدا ہوا کہ جب شیشہ کو رگڑنے سے قوت کہربائی پیدا ہوتی اور اسکے انہی مقامات پر رہتی ہے جنکا رگڑا جاتا ہے تو وہ کونسی اشیا ہین جنمین یہ قوت عجیبہ سرایت کرجاتی ہے، تجربہ نے زیادہ مدت نہ لگنے دی اور بتا دیا کہ کل معدنیات اجسام حیوانات تیزاب، کوئلہ، نمک وغیرہ اشیاء مین برق بآسانی سرایت کرجاتی ہے مگر شیشہ، لکڑی، ربڑ، ریشم، گندھک موم وغیرہ اشیاء ناقابل سرایت کہربا ہین، اس تجربہ سے آیندہ کیلیے بہت فائدہ ہوا مثلاً آپ اگر بجلی کے تار کو جو اکھڑ گیا یا بجلی کے منبع کو درست کرنا چاہین تو ناقابل سرایت اشیاء استعمال کرنی چاہئین، ورنہ اگر موصل اشیاء کام مین لائین یا دیسے ہی اپنا ہاتھ لگا دین تو یقیناً وہ آپکی ہلاکت کا باعث ہوگا،

قوت برقی کی دو متضاد قسمین | آگے چل کر تجربہ نے ثابت کیا کہ قوت برقی کی دو متضاد اقسام ہین، اگر آپ شیشے کی ڈنڈی کو رگڑ کر ایک سرکنڈے کے گودی کی ایسی گولی کے پاس لیجائین جو ایک ریشم کے تاگے مین لٹک رہی ہو تو وہ فوراً کھنیچ آئیگی اور اگر وہ اس سے مس کرجاے تو پھر وہ گولی اس سے بھاگیگی، اور جہانتک ہوسکے اس سے دور ہونیکی کوشش کریگی، اس سے معلوم ہوا کہ قوت برقی دو قسم کی ہے اور ہر قسم ایک دوسرے سے بھاگتی اور اظہار تنفر کرتی ہے،

برقی رو پیدا کرنیکی سب سے پہلی ترکیب | جب تجربات کی رفتار زیادہ سریع السیر ہوتی گئی تو انکے لئے ایک آلہ تیار کیا گیا جسکی صورت اس طرح واقع ہوئی تھی کہ ایک شیشہ کا گول چکر لیا جسکے بیچ مین ایک محور بنایا گیا وہ شیشہ چمڑے کی دو گریون سے گھستا ہوا چکر کھاتا ہے، اور اسکے ادہر ادہر لوہے کی یا کسی اور دہات کی نوکین لگائی گئین تاکہ احتکاک سے جسقدر برق پیدا ہو اُسے وہ جذب کرلین، انکا تعلق پیتل کے ایک گولے سے تہا جو منبع برقی کہا جاسکتا ہے، یہ آلہ تجربات مین بہت مدد دینے لگا، اور جب کسی تجربہ مین برقی رو کی ضرورت ہوتی وہ اسی سے حاصل کیجاتی،

لیکن علم کی ترقی مین یہ آلہ نصرت واعانت نہ کرسکا، کیونکہ برسات کے زمانہ مین یہ بالکل کار آمد بننے کیلیے اسکے تمام آلات کا گرم ہونا ضروری ہے، اور دوسرے یہ بھی دقت ہے کہ جسقدر برق پیدا ہوتی ہے وہ ہوا مین منتشر ہوجاتی ہے کیونکہ برسات کے زمانہ مین قطرات مائی ہوا مین ملے ہوے ہوتے ہین، اور انکی وجہ سے ہوا موصل ہوجاتی ہے،

اب علماے سائنس کو یہ فکر ہوئی کہ کوئی ایسا مورچہ تیار کیا جاے جو مختص لوقت نہو بلکہ ہمارے قبضۂ قدرت مین ہو کیونکہ جس چیز پر ہمارا اختیار کلی نہین وہ ہمارے کسی کام کی نہین اور رفع ضرورت مین وہ ہماری کسی طرح اعانت نہین کرسکتی، سب سے پہلا وہ شخص جس نے علم پر ایک احسان عظیم کیا اور جادۂ کشف وتحقیق کی ایک سد عظیم کو دور کیا وہ اٹلی کا ایک نامور حکیم "والٹا" نامی تہا اس نے ایک باٹری تیار کی جو اس زمانہ کیلیے محیر العقول تھی، لوگ اس دریافت پر تعجب کرتے تھے، ہم اس باٹری کا یہان کچھ حال لکھنا ضروری سمجھتے ہین،

اس نے چینی کے دو برتن لئے اور ہر ایک مین دو حصہ پانی اور ایک حصہ گندھک کا تیزاب ڈالدیا، ہر برتن مین ایک جانب تانبے کا پترا اور دوسری جانب جست کا ڈالدیا، اور ہر ایک پترے مین تانبے یا کسی اور دہات کا تار جھالدیا، ہر ظرف کے ت کو دوسرے کے ج سے بذریعہ تار ملا دیا، جب ظرف اول کے ج والے تار کو ظرف آخر کے ت کے تار سے ملائینگے تو ایک شیرارہ پیدا ہوگا اور جس تجربہ مین برقی رو کی ضرورت ہو ان دونون تارون سے ملاکر کام لیا جاے، لیکن یہ مورچہ بھی تجربات کے لئے ناقص ثابت ہوا کیونکہ کچھ دیر مین برقی رو کمزور ہوتی تھی، اسکی وجہ یہ ہے کہ جست اور پانی ملے گندھک کے تیزاب سے جو ہائڈروجن پیدا ہوتی ہے وہ تانبے کے ٹکڑے سے جالگتی ہے، اس سے ایک دوسری برق اسکے مقابلہ پر پیدا ہوجاتی ہے اور ان دونون کے
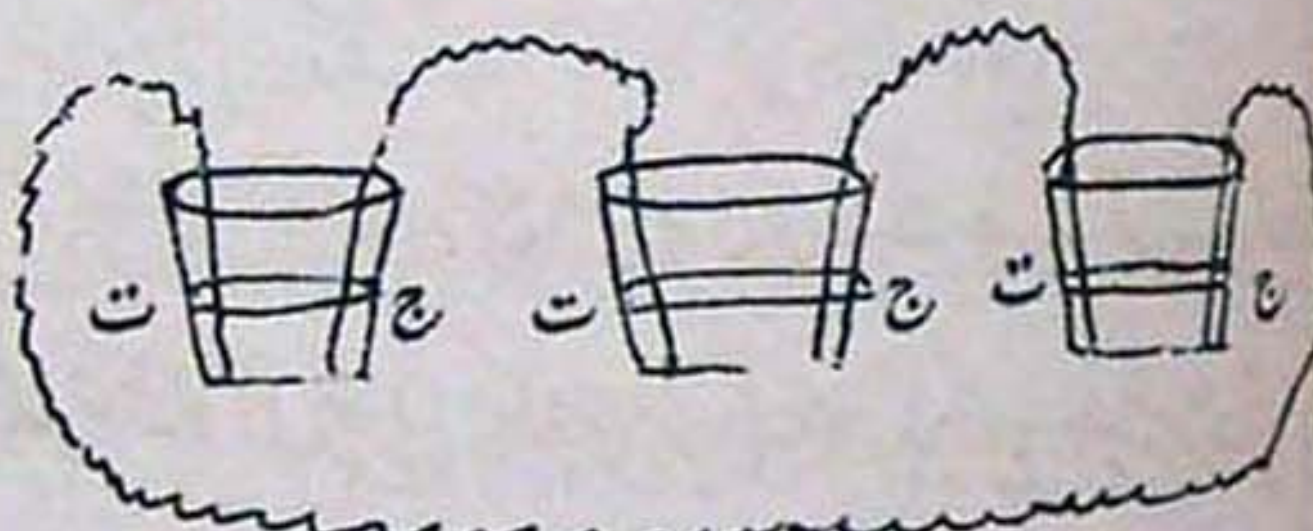
والٹا کا مورچہ برقی

ج ت ج ت ج ت

ج سے مطلب جست ہی اور ت سے تانبا

باہمی تزاحم سے تجربہ خراب ہوجاتا ہے،

اس لئے پھر حکما کو اس طرف متوجہ ہونا پڑا اور چونکہ فضل الٰہی اُنکے ساتھ تھا اسلئے کوئی مشکل محسوس ہوئی اور سب حل ہوتی گئین، بہت سے علماء نے اسمین اصلاحین کین اور کئی مورچے تیار کئے مثلاً لکلانشی کا مورچہ بنسن کا مورچہ، اگرود کا مورچہ، بائی کرومیٹ کا مورچہ، وغیرہ جنمین سے ہم ایک باٹری کا حال لکھین گے جو بہت آسان ہے اور ہر شخص تیار کرسکتا ہے اسکو بنسن کا مورچہ کہتے ہین،

آپ دو برتن لیجیے بڑا شیشے کا اور چھوٹا مٹی کا، شیشے کے برتن مین مٹی کا رکھدیجیے، ظرف بیرونی مین پانی ملاکر گندھک کا تیزاب اور اندرونی مین خالص شورے کا تیزاب بھر کر باہر جست کا پترا اور اندر پلاٹی نم کا ڈالکر دونون مین دو تار جہالدیجیے، جب کسی تجربہ مین برقی رو کی ضرورت ہو اسکے دونون تارون کو ملاکر استعمال کیجیے،

بنسن کا مورچہ برقی

ج سے مراد جست ہے، اور پ سے مراد پلاٹی نم

کہربا کی قوت تجزیہ

کہربا مین جہان اور خاصیتین ہین وہان قوت تجزیہ بھی موجود ہے، یہان ہم انکے متعلق تفصیلی بحث نہین کرسکتے بلکہ صرف پانی کے تجزیہ کا کچھ حال بیان کرینگے، ایک زمانہ سے یہ نظریہ قائم چلا آتا تھا کہ دنیا باوجود اپنی اسقدر وسعت کے صرف چار عناصر سے مرکب ہے، آب، آتش، باد، خاک،

تجربات نے گو اسکی ہر پہلو سے تغلیط کردی مگر ہمارے مضمون کو صرف پانی کے تجزیہ سے تعلق ہے اور اسی کو ہم بیان کرینگے، سب سے پہلا وہ سائنس دان جس نے پانی کو مرکب ثابت کیا وہ "کونڈش" تھا، اُس نے تجزیۂ الما مین اسی کہربا سے مدد لی، اور وہ عجیب وغریب بات ثابت کی جسکا بغیر دیکھے انسان کو ہرگز یقین نہین ہوسکتا، کون شخص اس بات کو مان لیگا کہ پانی جو ایک سیال شے ہے اور ہوا سے بالکل مختلف الماہیت دو مختلف قسم کی غازون سے مرکب ہے، لیکن اگر آپ اسے بغیر دیکھے نہین مانتے تو آئیے ہم آپکو دکھادین اور آپکو کرشمہ جات دماغ انسانی کی ایک جھلک دکھادین جس سے آپ قدرت الٰہیہ کو معلوم کرین،

ایک قیف لیجیے ایسی جسمین اگر پانی بھرین تو نکلے نہین اور اسمین پانی بھر کر صرف برقی رو کے آسانی سے

امتحانی نلیان

اسٹینڈ

قیف

باٹری کا تار

باٹری کا تار

گذرنے کے لئے چند قطرے کسی تیزاب کے ڈالدیجیے اور مورچہ برقی کے قطبی تارون کو اسمین داخل کیجیے اور اوپر دو امتحانی نلیان پانی سے بھر کر اوندھا دیجیے تھوڑی دیر مین آپ دیکھین گے کہ ایک نلی پانی سے بالکل خالی ہوجائیگی اور دوسری آدھی، جو پوری خالی ہے پہلے اُسے اُٹھا لیجیے لیکن منھ کو اوندھا رکھیے اور اسمین دیا سلائی جلاکر داخل کیجیے فوراً ایک نیلا زردی مائل شعلہ اُٹھیگا اس سے معلوم ہوا کہ جو غاز اسمین ہے وہ آتش گیر ہے اور نیلا زردی مائل شعلہ اُٹھنے سے ظاہر ہوا کہ وہ "ہیڈروجن" ہے، کیونکہ ہیڈروجن جب جلتی ہے تو اس سے نیلا زردی مائل شعلہ اُٹھتا ہے، پھر دوسری نلی اُٹھا لیجیے اور اسکا منھ اوپر رکھکر ایک جلتی ہوئی غیر مشتعل چھپٹی داخل کیجیے فوراً وہ مشتعل ہوجائیگی، اس سے معلوم ہوا کہ جو غاز اسمین داخل ہوئی ہے وہ حارق ہے اور جو گیس جلنے مین اشیاء کی اعانت کرتی ہے وہ "آکسیجن" ہے، اسلئے ثابت ہوا کہ پانی دو ایسی گیسون سے مرکب ہے جنکو اسکی اصلیت سے کوئی نسبت نہین ہے یعنی "آکسیجن" و "ہیڈروجن".

کہربا داخل کرنے سے لوہے مین قوت مقناطیسی پیدا ہوجاتی ہے

سٹینزی اور سٹاوری نے اپنے تجربات سے ثابت کیا کہ معدنیات مین سے چند معادن ایسے ہین کہ اگر ان مین قوت برقی داخل کیجائے تو وہ عمل مقناطیسی کرنے لگتے ہین مثلاً نکل، کوبالٹ، لوہا، مگر لوہا اسکے لئے بہت موزون ہے، کیونکہ لوہے مین پھر یہ قوت ایک عرصہ کے لئے جاگزین ہوجاتی ہے، اس زمانہ مین مقناطیسی سوئی کی بڑی تلاش تھی، ہر شخص اس کوشش مین تھا کہ یہ گوہر بے بہا کسی طرح ہاتھ آجائے کیونکہ یہ کلید سفر بحری وبری ہے اور ہر سفر مین قابل قدر مدد دیتا، اس تحقیق کا نہایت گرمجوشی کے ساتھ شکریہ ادا کیا گیا، اور محقق نے اپنی قدر ومنزلت مین ایک غیر فانی اضافہ کیا،

برقی داخل کرکے قوت مقناطیسی پیدا کرنا

ایک لوہے کا نعل لیجیے اور اسمین برقی تار کے ذریعہ برقی داخل کیجیے اور ایک لوہے کی پتری اسکے قریب لیجائیے فوراً وہ نعل اسے کھینچ لیگا

اور اگر ہم اسے جدا کرینگی کوشش کرینگے تو قوت مقناطیسی جس نے اسے کھینچا ہے ہماری مزاحمت کریگی،

سوزن مقناطیسی کی یہ ایک بڑی خاصیت ہے کہ اسکا ایک حصہ شمال کی طرف اور دوسرا ہمیشہ جنوب کی طرف رہتا ہے، شمالی حصہ کبھی جنوب کی طرف رہنا ایک منٹ کیلئے قبول نہ کریگا، اور جنوبی حصہ لمحہ بھر شمال کی طرف قرار نہ پکڑیگا مگر باوجود تجربات و تحقیقات کی اسقدر قوت رفتار کے ابھی تک یہ معلوم نہو سکا عقل انسانی کی رسائی باوجود اسقدر زودمندی کے یہانتک نہو سکی کہ اُنکے عشق و تنفر جنسی کا باعث کیا ہے آج تک کوئی سائنس دان اپنی لسان التجربہ سے اسکا جواب نہ دیسکا، شمالی حصہ کو جنوب سے اور جنوبی کو شمال سے کیوں اسقدر نفرت ہے؟ اس تجربہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ان دونوں اطراف سوزن کی قوت مقناطیسی ایک دوسرے کی ایسی عاشق ہے کہ اگر شمالی حصہ کو جنوبی حصہ کے قریب لائین تو فوراً دوڑ کر باہم معانق و متواصل ہو جائین گے، اور طرفہ یہ کہ اگر ایک سوئی کے شمالی حصہ کو دوسرے شمالی حصہ کے قریب لائین تو فوراً ایک دوسرے سے دُور ہو جائین گے اور تا حد امکان اس سے دُور ہونیکی کوشش کرینگے، اور باوجود اکتشافات کی سرعت سیر کے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ ان دونوں مین اسقدر نفاق کیون ہے؟ اور کیا وجہ ہے کہ ایک جنس اپنے ہمجنس سے بھاگتی اور دوسرے سے اسدرجہ محبت رکھتی ہے جو عشق کی حد تک پہنچتی ہے،

وہ عجیب و غریب ایجاد جو اپنی ابتداے آفرینش سے ابتک نا واقفان حقیقت کو متحیر کر رہی ہے اور ہندوستان سے امریکہ جیسے بعید المسافت مقام تک چند لمحون مین خبر پہنچا دیتی ہے، اسی خاصیت سے ہوئی ہے اور اسکا دار مدار صرف سوئی کی حرکت پر ہے، سوئی کی حرکت اپنے اندر الفاظ پوشیدہ رکھتی ہے جس سے خبر دینے والیکا مطلب نہایت آسانی سے سمجھ مین آسکتا ہے،

آسمانی بجلی "بنجمن فرینکلن" جو دنیاے سائنس مین ممتاز محقق ہے اور کشف و تحقیق مین ایک شہرت خصوصی رکھتا ہے، ایک نہایت معمولی آدمی تھا مگر اقتضاے قدرت الٰہی یہ تھا کہ وہ حقائق موجودات کا مشاہدہ کرکے سائنس مین بیش بہا اضافہ کرے اور دنیا مین اپنا ایک نہ بھولنے والا نام پیدا کر جاے، اس نے خصوصیت سے قابل قدر تحقیقات اور مفید تجربات کئے، انکا تذکرہ ہمارے موضوع کے خلاف ہے اسلئے برق کے متعلق جو اس نے اہتمام بالشان دریافت کی ہے اور جو بنی نوع انسان کے صون حیات کے لئے نہایت اہم ہے، وہ یہان ہم لکھتے ہین،

آپکو آسمان پر جو ایک نہایت روشن شرارہ برقی نظر آتا ہے لوگون کے لئے ایک وسیع جولانگاہ تخیل ہے، ہر شخص اپنی اپنی عقل کے موافق اسمین غور کرتا اور نئی نئی باتین سوچتا ہے اچھے سے لیکر بوڑھے تک اپنے خیالی ہرکارون کو تفتیش حال کے لئے بھیجتے ہین مگر سواے "بنجمن" کے اور کسی کا ہرکارہ حقیقت حال نہ لا پایا اس نے آسمان پر بجلی دیکھکر خیال کر لیا کہ یقیناً یہ بھی اسی اصول کے مطابق ہے جو ہمارے تجربات مین منفی قوت کو قوت مثبتہ کے قریب لانے سے ہوتی ہے اسکے معلوم کرنیکے واسطے اس نے ایک پتنگ اُڑایا اور ایک بادل سے ملا کر اسکی ڈور کو برق نما سے ملایا جس سے فوراً ظاہر ہو گیا کہ بادلون مین قوت برقی موجود ہے بجلی جس سے ہزارہا مکانات فنا ہو چکے، بیشمار سر بفلک عمارتین جلکر خاک ہو گئین، لاتعد و لاتحصی جانون کا نقصان ہو گیا، دماغ انسانی کو خدا نے وہ طاقت دی ہے کہ اسکے آگے اُسکو بھی اپنے مظالم سے باز آنا پڑا، "بنجمن" سب سے پہلا شخص ہے جس نے مکانون پر دھات کی سیخین صرف اسلئے لگوائین کہ وہ بجلی کو جذب کرلین اور انسان اور اسکے متعلقات کو اُسکے ستم شعاریون سے محفوظ و مصئون کر دیا،

کہرباے بشری و حیوانی عام طور پر علماے سائنس کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جتنی چیزین دنیا مین ایسی ہین جن سے حرارت صادر ہوتی یا ہو سکتی ہے انکا سبب و محرک اصلی کہربا ہے اور تمام اجسام کی ترکیب مین کچھ نہ کچھ اسکا بھی شمول ضرور ہے بلکہ ایک حد تک دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ کوئی ترکیب کیمیاوی ایسی نہین ہے جو بغیر اسکے اشتراک کے پوری ہو سکے،

کہربا دہاتون کے رگڑنے سے پیدا ہوتی ہے اور نہ صرف دہاتون کے رگڑنے سے بلکہ کاربن اور نباتات وغیرہ بھی معادن کی طرح محرک کہربائیہ بن سکتے ہین، اگر کہین مینڈک کی ٹانگ تر گوشت کی ایک بوٹی سے چھو جاے

توا سمین (یعنی مینڈک کی ٹانگ مین) آثار تشنج واختلاج ظاہر ہونے لگتے ہین، ارباب کشف وتحقیق سے پوشیدہ نہین ہے کہ مچھلیون مین بھی قوت کہربائی موجود ہے مثلاً سمک الرعاد[1]، جنیوت، نتراودن، انفیل (افسوس یہ ہے کہ اردو مین انکے کوئی نام نہین اور اگر ہین تو مجھے اصطلاحات ماہی گیر نہین معلوم یہ عربی نام ہین) وغیرہ، آلہ کہربار رعاد کے سر مین ہوتا ہے اور یہ مرکب ہے چند مثلثون سے جنکا طول ۵ - ۶ بالشت ہوتا ہے ہر مثلث ایک نلی بناتا ہے جسمین ایک مادہ سیال باہمی تفرق پیدا کرتا ہے، وہ لرزہ جو اس جال کے پکڑنیوالے کو لاحق ہوتا ہے یہ برق کے خواص مین سے ایک خاصیت ہے جو رعاد کے جسم سے ظاہر ہوتی ہے،

ان تجارب عدیدہ سے جو سمک الرعاد کے متعلق اب تک کئے گئے ہین اسقدر نتائج اخذ ہوتے ہین،

(۱) وہ کہربا جو رعاد سے صادر ہوتی ہے اسکی قوت ارادی ہے،

(۲) جسقدر حرکات خارجیہ جسم رعاد سے ظاہر ہوتی ہین پہلے وہ خیوط عصبیہ کے ذریعہ انکے اعضاے کہربائیہ[illegible] ماغ مین جاتی ہین اور وہان سے اپنا عجیب وغریب اثر ظاہر کرتی ہین،

(۳) اسکے عضو کہربائی سے جسقدر آثار متنوعہ ظاہر ہوتے ہین وہ صرف تشنج عضلات کی صورت مین ہوتے ہین

اسی طرح قوت کہربائی تمام حیوانات مین کچھ نہ کچھ ضرور موجود ہے باوجود انکی تنوع پر نظر ڈالتے ہوئے دعوی کیا جا سکتا ہے کہ کوئی حیوان دنیا مین ایسا نہین جسمین کچھ نہ کچھ کہربار موجود ہو، مثلاً بلی پر نظر ڈالے اور کہ اس کثرت سے یہ قوت موجود ہے کہ جب وہ ایک تاریک ومظلم مقام پر اپنی مونچھ کے بالون کے نیچے اپنے بدن کے بالون کو حرکت دیتی ہے تو انسے شرارۂ برقی ظاہر ہونے لگتا ہے،

اسی کلیہ کے ماتحت انسان بھی ہے آپ نہایت تعجب کرینگے کہ کہان انسان اور کہان قوت کہربائی لیکن اسکا جواب آپکو تجربہ دیگا اور آپکے تعجب وتحیر کو رفع کردیگا اسکے لئے بہت سے تجربات کئے گئے مگر ان سب

[1] سمک الرعاد سمندر مین ایک مچھلی ہوتی ہے جسمین قوت کہربائی اسقدر موجود ہے کہ جہان وہ جال مین پھنسی اور صیادون کو لرزہ شروع ہوا قزوینی نے اپنی کتاب عجائب المخلوقات مین تحریر کیا ہے کہ جب جال مین یہ مچھلی پھنستی ہے تو لرزہ کی وجہ سے صیاد پہچان لیتے ہین کہ رعاد ہے [illegible] کسی درخت یا میخ سے جال کو باندھ دیتے ہین حتی کہ وہ مرجاتی ہے اور مرنے سے اسکی یہ قوت زائل ہوجاتی ہے،

زیادہ حیرت انگیز تجربہ "ڈاکٹر برگو" کا تھا، اس نے ایک سوئی اپنے ایک عضو مین چبھوئی اور ارادۃً اسمین تشنج واختلاج پیدا کیا پھر سوئی کو نکال کر لوہچن کے قریب کیا فوراً اس نے مقناطیس کی طرح اسکو کھینچ لیا جس سے معلوم ہوا کہ اسمین کہربا داخل ہوگئی ہے کیونکہ اس سے پہلے اسمین مقناطیسیت نہ تھی اور لوہچن کے کھینچنے سے ظاہر ہوا کہ اب اسمین خاصیت مقناطیسی آگئی ہے اور لوہے مین یہ خاصیت کہربار داخل کرنے سے پیدا ہوجاتی ہے اسلئے ظاہر ہوا کہ سوئی نے ہمارے جسم سے برق کو جذب کیا ہے جس سے وہ مقناطیس بنگئی، لیکن یہ ظہور کہربائی انسان کا ارادی نہین ہے کیونکہ ہر موسم اور ہر طبیعت مین یہ مختلف ہوتی ہے، حالانکہ رعاد کی بہ ارادی ہے

اب تک تجربات سے جسقدر کہربائے انسانی دریافت ہوئی ہین وہ تفصیل وار ہم بیان کرتے ہین،

(۱) حالت صحت مین انسان کی قوت کہربائی مثبت ہوتی ہے،

(۲) جو لوگ نہایت تیز اور جفاکش طبیعت والے ہوتے ہین ان مین بہ نسبت ان لوگون کے جو نرم اور بلید الذہن ہوتے ہین کہربار زیادہ موجود ہوتی ہے،

(۳) انسان شام کو بہ نسبت اور ساعات یوم کے بہت زیادہ برق جذب کرتا ہے،

(۴) مشروبات فرحت افزا ورَوح پرور سے قوت برقی مین ترقی پیدا ہوتی ہے،

(۵) پروفیسر گارڈین کے تجربات سے ظاہر ہوا ہے کہ مخصوص حالات نسوانی مین قوت برقیہ سالبہ ان مین پائی جاتی ہے،

(۶) موسم سرما مین کہربائے انسانی بہ نسبت موسم گرما کے ناقص اور قلیل المقدار ہوتی ہے کیونکہ جسم بارد رہتا اور آلات جاذبہ ٹھنڈے ہوتے ہین،

(۷) مرض نقرس وزکام مین انسان کی قوت کہربائی کو انحطاط ہوجاتا ہے،

باب التقریظ والانتقاد

فلسفۂ لیبان

از مولانا عبد السلام ندوی

(۲)

حریت اور آزادی

آزادی اور حریت کی تردید مین لیبان نے جو کچھ لکھا ہے اس پر ریویو کرنیکے لئے اگرچہ یہ نہایت ضروری ہے کہ پہلے آزادی کی ایک صحیح اور جامع و مانع تعریف کیجائے، لیکن افسوس ہے کہ جو فریق آزادی کا خواستگار ہے وہ اسکی کوئی تعریف نہین کرتا، اور شاید کر بھی نہین سکتا، البتہ انکے مقاصد و اغراض، اور نتائج عمل ہر شخص کے سامنے ہین، اور ان نتائج سے آزادی اور حریت کا جو مفہوم سمجھ مین آسکتا ہے وہ یہ ہے کہ

"پبلک کے اختیارات مین اسقدر وسعت پیدا کیجائے کہ حکومت ایک عام اور مشترک چیز بن جائے"

لیکن لیبان کے نزدیک یہ سب سے بڑی غلامی ہے، آزادی کی حقیقی تعریف یہ ہے کہ

"انسان کے اعضا و جوارح، قوت ارادی، ملکہ استنباط غرض تمام قوائے ظاہری و باطنی کو ایک وسیع میدان عمل ملجائے"

لیکن اگر انسان تمامتر سلطنت پر اعتماد کرلے تو اسکے قوائے عملیہ کی نشو و نما کے لئے کونسا سہارا باقی رہجاتا ہے؟ جو لوگ سلطنت کے ٹکڑون پر زندگی بسر کرتے ہین، اُن مین اور موجودہ زمانہ کے ان احرار مین جو سلطنت کی طرف سے پرتکلف دعوت کے طلبگار ہین نتائج عمل کے لحاظ سے کیا فرق ہے؟ دونون نے اپنے قوائے عملیہ کو فنا کردیا ہے اور غیر کے سہارے پر زندگی بسر کرنا چاہتے ہین، فقیر صرف اسلئے فقیر ہے کہ اسکے گلے مین بھیک کی جھولی ہے، خود بھیک کی مقدار، اور بھیک کی نوعیت کا اُسپر کوئی اثر نہین پڑتا، اس بنا پر اصلی آزادی یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے بالکل آنکھ بند کرلیجائے اور اپنے قوت بازو سے نئے نئے میدان عمل پیدا کئے جائین، یورپ مین سلطنتون مین فرانس سب سے زیادہ لبرل، اور انگلستان سب سے زیادہ کنسرویٹو خیال کیا جاتا ہے، لیکن آزادی کی جو تعریف لیبان نے کی ہے اسکی بنا پر وہ انگلستان کو سب سے زیادہ آزاد ملک قرار دیتا ہے، چنانچہ لکھتا ہے،

"اگر کوئی شخص انگریزون کی عام زندگی پر نظر ڈالیگا تو اسکو معلوم ہوجائیگا کہ دیہاتی اسپتالون کی اصلاح بندرگاہون کی تعمیر، ریلوے کا قیام، غرض انگریزون کے اکثر کام افراد کی قوت سے چلتے ہین، اُن مین حکومت کا کوئی حصہ شامل نہین ہوتا، اسلئے دنیا مین صرف وہی ایک ایسی قوم ہے جسکو آزادی کے حقیقی معنون مین آزاد کہا جاسکتا ہے، کیونکہ اس نے اپنے اوپر حکومت کرنیکا طریقہ معلوم کرلیا ہے، اسلئے اس نے حکومت کے دائرے کو نہایت تنگ کردیا ہے، اگر انگریزی قوم کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ دنیا کی سب سے پہلی قوم ہے جس نے اپنے آپ کو کلیسا اور بادشاہ دونون کی حکومت سے آزاد کرلیا ہے، پندرہوین صدی کے مقنن واسٹیکو انگریزی قانون اور رومن لا کا جو مقابلہ کررہا تھا اسکا یہ نتیجہ نکلا کہ ان دونون مین رومن لا کو خود مختار بادشاہون نے وضع کیا ہے اور اسکا مقصد افراد کی زندگی کو اپنے اوپر قربان کرلینا ہے لیکن انگریزی قانون قوم کی مجموعی کوششون کا نتیجہ ہے اسلئے وہ قوم ہی کی حمایت کرتا ہے"

لیبان کے نزدیک آزادی صرف عمل اور نتائج عمل کا نام ہے، جس شخص یا جس قوم مین عملی قوت کا عنصر زیادہ ہوگا وہ اسی قدر زیادہ آزاد ہوگی، مساوات آزادی کا لازمی جزو نہین ہے، بلکہ وہ قوت عمل کے نشو و نما یعنی آزادی کی دشمن ہے چنانچہ لکھتا ہے،

"امریکہ کی عظیم الشان جمہوریت کو اگرچہ یقینی طور پر حریت نما کہا جاسکتا ہے، لیکن اسمین مساوات و مواخات کا وجود نہین پایا جاتا، مساوات و مواخات صرف [illegible] الفاظ ہین، قانون ارتقا انکو اپنی کسی دفعہ کا جزو بنانا گوارا نہین کرتا"

مساوات کی طرح اسکے نزدیک اشتراکیت اور جمہوریت بھی اس قسم کی آزادی کا خاتمہ کردیتی ہین چنانچہ فرانس کے نظام حکومت پر بحث کرتے ہوے لکھتا ہے،

"جب یہ نظام حکومت مکمل ہوجائیگا تو وہ ہر چیز کو اپنے دامن مین سمیٹ لیگا اور پھر تمدنی فوائد کیلئے کسی قسم کے قانون کی ضرورت نہوگی، افراد کی ہر شخصی حرکت فنا ہوجائیگی، اور بغیر کسی دوسری شورش کے اشتراکیت تمام ملک مین لنگر انداز ہوجائیگی"

آزادی اس زمانہ کا محبوب ترین لفظ ہے جسکے عشق ومحبت کا ترانہ ہر جگہ گایا جاتا ہے، لیکن اب تک یہ متعین نہو سکا کہ اس شاہد مقصود کا حجلۂ عروسی، اور اس ہمارے سعادت کا آشیانہ کہان ہے؟ کیا حزب الاحرار کا شورش انگیز ہاتھ اسکے چہرۂ تابان سے پردہ اُلٹ سکتا ہے؟ کیا انکے لیڈر اسکی نقاب کشائی کرسکتے ہین؟ لیبان کہتا ہے کہ یہ تمام مظاہر ایک فریب ہین، آزادی کے دھوکے مین یہ لوگ اپنی گردن مین غلامی کا طوق ڈال رہے ہین، چنانچہ لکھتا ہے،

"جماعت مین انفعالی قوت بڑھ گئی ہے اور وہ ہر چیز سے شدت کے ساتھ متاثر ہوتی ہے، وہ ہر روز ایک نیا خدا بناتی ہے، صبح کو اسکے آگے سجدہ کرتی ہے، اور شام کو اسکو فنا کردیتی ہے، عام خیال ہے کہ وہ یہ جدوجہد آزادی کے لئے کر رہی ہے، لیکن درحقیقت وہ آزادی کا خاتمہ کرنا چاہتی ہے، وہ اپنی حقیر جماعت اور فلسفیانہ حیثیت سے نہایت استبداد پسند حامیون کی اندھا دھند اطاعت کرتی ہے جو لوگ اسکی رہنمائی کا دعوے کرتے ہین وہ درحقیقت اسکے پیچھے چل رہے ہین، وہ ان لوگون مین جو دماغی اضطراب کی بنا پر ہر روز نئے نئے لیڈرون کی اطاعت کرتے ہین، اور اُس روح استقلال مین جو ہر لیڈر کی ذلیل اطاعت سے ایا کرتی ہے، تفریق وامتیاز نہین کرتے،"

ان تمام تصریحات سے منطقیانہ طور پر آزادی کی تردید مین حسب ذیل دلیل قائم ہوسکتی ہے،

(۱) حکومت پر اعتماد کرنے سے انسان کی قوت عمل بالکل بیکار ہوجاتی ہے،

(۲) حزب الاحرار کا طرز عمل بالکل غلامانہ ہے،

لیکن ان دلائل مین ایک دلیل بھی صحیح نہین ہے، حزب الاحرار یا اشتراکیین حکومت سے سب کچھ مانگتے ہین لیکن اسلئے نہین کہ وہ اسکی چوکھٹ کے فقیر ہین بلکہ اسلئے کہ حکومت کے خزانہ عامرہ اور حکام کے جیب و دامن مین جو کچھ ہے وہ انکا حق ہے، حکومت نے غاصبانہ طور پر اس حق کو اپنے قبضہ مین کرلیا ہے، اور اب وہ اس سے اپنا حق چھیننا چاہتے ہین، اور جو قوت دوسرے کامون مین صرف کرسکتے تھے اسکو اپنی اس سیاسی جدوجہد مین صرف کرتے ہین، اسلئے وہ اپاہج نہین بنجاتے، انکے قوائے عملیہ کی بالبدگی نہین رُک جاتی، انکے ہاتھ پاؤن شل نہین ہوجاتے بلکہ صرف دریا کے بہاؤ کا رُخ بدلجاتا ہے، البتہ جب یہ مقصد حاصل ہوجائیگا تو دفعۃً انکی یہ حرکت مستمرہ مبدل بہ سکون ہوجائیگی، لیکن منزل مقصود پر پہنچکر ہر مسافر اپنی کمر کھول دیتا ہے، ترقی کے انتہائی مدارج کے طے ہوجانیکے بعد ترقی کا اور کونسا درجہ رہجاتا ہے جسکے لئے بال و پر کھولے جائین؟ لیکن آرام کی یہ چند گھڑیان بھی صرف حرکت وسکون کے درمیان کا ایک وقفہ ہین، قوت اگر قوت ہے تو وہ معطل نہین رہ سکتی، وہ اپنی جولانی کیلئے کوئی دوسرا میدان ڈھونڈ لیگی، دنیا کا ایک ذرہ بھی فنا نہین ہوسکتا، صرف اپنا قالب بدل لیتا ہے، اسلئے یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ آزادی اور حریت کا آخری دور قوت کے خزانے کو بالکل برباد کردیگا؟ حزب الاحرار کی لیڈر پرستی بے شبہہ ایک غلامی ہے، انکے لیڈر بے شبہہ جبر واستبداد کے دیوتا ہین، لیکن کیا ایک عالمگیر غلامی کا استیصال ایک محدود غلامی کے بغیر ہوسکتا ہے؟ لیبان خود تسلیم کرتا ہے کہ استبداد پرستی انسان کی فطرت مین داخل ہے، وہ ہمیشہ کسی نہ کسی صورت مین قائم رہتی ہے، چنانچہ لکھتا ہے،

"شخصیت واستبداد قوم کے رگ وپے مین سرایت کرگئی ہے اور اسکی رُوح کا ایک جز بنگئی ہے"

لیبان نے خود یہ نظریہ قائم کیا ہے کہ موروثی اخلاق کو صرف موروثی اخلاق ہی بدل سکتے ہین، چنانچہ لکھتا ہے،

"اخلاق ایک موروثی چیز ہے اور وراثت کو صرف وراثت ہی زایل کرسکتی ہے"

لیبان نے یہ نظریہ بھی قائم کیا ہے کہ ایک مذہب کو، ایک عقیدہ کو، ایک روش کو صرف وہی مذہب وہی عقیدہ، وہی روش بدلسکتی ہے جو قوت مین اسکے برابر ہو، چنانچہ لکھتا ہے،

"ایمان کا دشمن صرف ایمان ہی ہو سکتا ہے"

ان تمام نظریات سے لازمی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر دنیا ہزارون برس کی عالمگیر غلامی سے آزاد ہونا چاہتی ہے تو اسکو ایک محدود غلامی سے چارہ نہین، اسکی قدیم موروثی غلامی کو صرف لیڈرون کی پرجدید غلامی ہی مٹا سکتی ہے، سلاطین و امرا کی غلامی کا جو عقیدہ اسکے صفحہ دل پر کالنقش فی الحجر ہو گیا تھا، اسکو لیڈرون کی غلامی کا والہانہ جوش ایمان ہی فنا کر سکتا ہے، پھر لیبان ان نتائج پر زبان طعن کیون کھولتا ہے جنکو خود اسکے نظریات و مقدمات نے پیدا کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ "جماعت مین استقلال نہین پایا جاتا جو آزادی کا سب سے بڑا مظہر ہے، کیونکہ استقلال ہر قسم کی اطاعت و فرمانبرداری سے ابا کرتا ہے" بے شبہہ یہ سچ ہے لیکن جماعت مین یہ استقلال بالکل فنا نہین ہو جاتا بلکہ سمٹ کر لیڈر کے قالب مین آجاتا ہے اور وہ تمام دنیا کی اطاعت سے ابا کرتا ہے، جماعت کا وجود لیڈر کے وجود سے الگ نہین ہے، بلکہ اُسی کا پرتو ہے، اسلئے لیڈر تمام دنیا کے جذبہ اطاعت پرستی کو ٹھکرا دیتا ہے تو جماعت بھی کسی اور کے آگے سر جھکانا نہین چاہتی،

جمہوریت جمہوریت کی تردید مین لیبان نے صرف ایک نظریہ قائم کیا ہے اور اُسکو بار بار دہرایا ہے یہ نظریہ طبعیات کے اس مسلمہ اصول پر مبنی ہے کہ "دنیا کا ایک ذرہ بھی فنا نہین ہو سکتا صرف اسکی صورت بدلجاتی ہے" لیبان اس اصول کے تحت مین روحانیات کو بھی داخل کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ اخلاقی حیثیت سے استبداد پرستی انسان کی فطرت مین داخل ہے، اور وہ کسی نہ کسی صورت مین ہمیشہ قائم رہتی ہے، مثلاً جنلوگون کا دعوی ہے کہ اُنھون نے اپنی تلوار استبداد کی شہرگ کے کاٹنے کے لئے تیز کی ہے وہ لوگ خود استبداد ہی کے خون سے استبداد کے تغذیہ کا سامان مہیا کرتے ہین، چنانچہ لکھتا ہے،

شورش، بدامنی، اضطراب، اور ابتلاء و امتحان کے زمانے مین بھی کسی قوم کے اساسی اخلاق مین تغیر و تبدل نہین ہوتا، زیادہ سے زیادہ یہ فرق پیدا ہو جاتا ہے کہ ان اخلاق کے مظاہر بدلجاتے ہین، مثلاً انقلاب پسند لوگ جب قدیم استبدادی نظام حکومت کو بدلنا چاہتے ہین تو ایک ایسا نظام حکومت

قائم کرتے ہین جو حکام کے تمام امتیازات و اختیارات کو سلب کر دیتا ہے، اسوقت اگرچہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے جبر و استبداد کا خاتمہ کر دیا ہے، لیکن ایک مطلق العنان گروہ کو بالکل دست شل بنا دینا بھی استبداد ہی کی دوسری صورت ہے اور اس جمہوری نظام مین بھی استبداد ہی کی روح پائی جاتی ہے، اسلئے اس حالت مین بھی وہی قدیم نظام قائم ہے صرف اُسکا قالب بدل گیا ہے"

بلکہ لیبان کے نزدیک جو استبداد جمہوریت کے قالب مین ظاہر ہوتا ہے وہ زیادہ سخت ہے، ... شخصی استبداد کو بدل سکتے ہین، لیکن جمہوری استبداد کو کوئی طاقت نہین بدل سکتی، شخصی استبداد نکتہ چینی کا تحمل ہو سکتا ہے، لیکن جمہوری استبداد اپنے خلاف ایک لفظ بھی نہین سن سکتا، شخصی استبداد سے عواقب و نتائج کے متعلق باز پرس کیجا سکتی ہے لیکن جمہوری استبداد ہر قسم کی ذمہ داری سے آزاد ہے، چنانچہ لکھتا ہے،

" جب سے طبقہ امرا کو ملازمت پیشہ لوگون کے گروہ سے بدل دیا گیا ہے، ایک ایسا جمہوری نظام قائم ہو گیا ہے جو قدیم نظام سے زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ اسمین کوئی سیاسی انقلاب نہین پیدا ہو سکتا اسکے نتائج کی ذمہ داری کسی خاص شخص پر عائد نہین ہوتی اور اسکی مستمرہ زندگی سے روز بروز اسکا بول بالا زیادہ ہوتا جاتا ہے، اور یہی وہ خصوصیات ہین جو ایک شخصی حکومت کا خاصہ لازمی خیال کیجاتی تھین"

ایک دوسرے موقع پر لکھتا ہے،

"بڑے سے بڑا استبداد پسند بادشاہ بھی انجام کار سے ڈرتا ہے لیکن جماعتی حکومت کو اسکا ذرہ برابر بھی خوف نہین ہوتا،"

جمہوریت کی اسی مطلق العنانی کی بنا پر لیبان اسکا مخالف ہے، اسوقت اس سے بحث نہین ہے کہ اسکا اختلاف صحیح دلائل پر مبنی ہے یا نہین؟ لیکن یہ یقینی ہے کہ اس نے اس اختلاف مین خلط مبحث کر دیا ہے، علمی حیثیت سے جمہوریت کتنی ہی بڑی چیز ہو لیکن اسکے ساتھ اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہئے کہ سیاست فلسفہ عملی کی ایک شاخ ہے، اسلئے ہمکو اسکے نفع و ضرر کا فیصلہ بھی عملی ہی نتائج سے کرنا چاہئے، اور عملی نتائج کے لحاظ سے اسکا نتیجہ قدیم استبداد و شخص پرستی سے زیادہ خوشگوار ہے، اب قدیم استبداد سے لوگ اسلئے

نہین گھبراتے کہ وہ باز پرس اور نکتہ چینی کا متحمل نہین ہوسکتا بلکہ اسلئے کہ وہ ایسے نتائج پیدا کرتا ہے، جمہور
نکتہ چینی کی ضرورت ہوتی ہے، جمہوریت پر لوگ صرف اسلئے مطمئن ہین کہ انکو اس پر کسی نکتہ چینی کی ضرورت ہی
نہین واقع ہوتی، ممکن ہی کہ ہر جمہوری عمل غلط ہو، لیکن وہ تمام قوم کی غلطی ہے، اور عملاً کوئی شخص اپنی غلطی پر بہت کم
نکتہ چینی یا ملامت کرتا ہے، کلیتہً یہ بھی صحیح نہین ہے کہ قدیم استبدادی نظام کے کان ہر اعتراض کے سننے کیلئے
کھلے ہوے تھے، اگر آج وہ ہر نکتہ چینی کے سننے کے لئے تیار نظر آتا ہے تو وہ بھی جمہوریت ہی کی برکت ہے،

اشتراکیت

لیبان نے اشتراکیت پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے، اور جا بجا اس کتاب مین مختلف حیثیتون سے
اسپر نکتہ چینی کرتا جاتا ہے، سیاسی حیثیت سے اشتراکیت کی تردید مین اسکو کسی مستقل دلیل کے قائم کرنے کی
ضرورت نہ تھی، کیونکہ اشتراکیت جمہوریت کا اعلےٰ ترین مظہر ہے، اور اسکے نزدیک جمہوریت استبداد اور شخصیت
کی بدترین شکل ہے، اسلئے اُس نے جمہوریت کی تردید مین جو کچھ لکھا تھا، اشتراکیت کی تردید مین بھی اُسیکا
اعادہ کردیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے،

"اشتراکیت درحقیقت شخصی نظام حکومت کا ایک اعلےٰ ترین مظہر ہے،،

ایک دوسرے موقع پر لکھتا ہے،

"آج ہی خود مختارانہ طرز حکومت ایک دوسرے قالب مین جلوہ گر ہوا ہے، یعنی اسکا ظہور اشتراکیت
کی صورت مین ہو رہا ہے، اشتراکیت درحقیقت افراد کو فنا فی السلطنت کر دیتی ہے بلکہ وہ شخصی حکومت سے
بھی زیادہ خطرناک ہے کیونکہ ایک بڑے سے بڑا استبداد پسند بادشاہ انجام کار سے ڈرتا ہی لیکن جماعتی
حکومت کو اسکا ذرہ برابر بھی خوف نہین ہوتا"

لیکن اخلاقی حیثیت سے وہ پست ہمتی، بزدلی، غلامی، یاس و حرمان اور فقدان قوت استنباط کا سرچشمہ ہے
چنانچہ لکھتا ہے،

"یہ خیال کہ اشتراکیت انسان کو غلامی کے پست ترین درجہ کی طرف لیجاتی ہے، اور ہمت و استقلال کو

زنگ لگا دیتی ہے، ایک ایسا خیال ہے جسمین کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش نہین ہے، لیکن اس سے
صرف علم النفس کے ماہر ہی واقف ہین"

یہی وجہ ہے کہ جن قومون کی قومیت کا سنگ بنیاد ہمت و استقلال اور عزم و ارادہ کی مضبوط چٹانین ہین وہ
وہ اشتراکیت کے سیلاب سے بالکل متاثر نہین ہوتین، لیبان کے نزدیک یورپین قومون مین صرف ایک انگریزی
قوم ہے جسکو اسکی مثال مین پیش کیا جا سکتا ہے، چنانچہ لکھتا ہے،

"انگریزون کے سوا کسی یورپین قوم مین وہ عزم و ارادہ وہ مستحکم عقیدہ، اور وہ استقلال نہین پایا جاتا
جو اسکو اس جدید مذہب کے حملہ سے محفوظ رکھ سکے"

جرمن قوم اگرچہ ایک عملی قوم ہے، اور آج برلن کے کوچہ و بازار کی طرح کوہ و دشت، بحر و بر، کرۂ ہوا اور
فضاے آسمانی بھی اسکی عملی قوت کا جولانگاہ بنگئے ہین، لیکن لیبان کے نزدیک اسکی عملی قوت فنا ہو رہی ہے
اسلئے وہ شدت کے ساتھ اشتراکیت کے قبول کرنے پر آمادہ ہے چنانچہ لکھتا ہے،

جرمنی تمام قومون سے زیادہ اشتراکیت کے قبول کرنیکی صلاحیت رکھتی ہے کیونکہ استقلال اور
استنباط نتائج کا ملکہ اس سے رخصت ہو چکا ہے اور اپنے اُوپر حکومت کرنیکی عادت اس سے منافرت کر چکی ہے
اسکے نزدیک معمر اور پیرانہ سال لیٹن قومون کو اشتراکیت اور فوضویت کے سیلاب کی ہر دو اسلئے
بہالے جاتی ہے کہ

"وہ روز بروز ہمت، ارادہ، عمل، قابلیت اور قوت استنباط کو کھوتی جاتی ہے اور عنقریب وہ
صرف مادی ضروریات پر قانع ہوکر بیٹھ رہیگی،

لیکن اسکے نزدیک یہ سیاسی گمراہی، یہ اخلاقی بربادی، یہ تمدنی مصیبت، صرف تمدنی ضروریات کی
وسعت اور مذہبی عقائد کے ضعف کا نتیجہ ہے، اس بنا پر جن قومون کے ضروریات زندگی محدود اور مذہبی عقائد
پختہ ہین، وہ اشتراکیت کے سیلاب سے محفوظ ہین، چنانچہ لکھتا ہے،

"یہ ایک نہایت افسوسناک بات ہی کہ تمدن جدید نے انسانی ضروریات کو غیر معمولی ط[...]ا دیا ہے، جس پر
کردیا ہے اور انکے پورا کرنیکے بہت کم اسباب مہیا کئے ہین، اسلئے دلون سے رضا و تسلیم کا مادہ نکل گیا [...] کی ضرورت
ہوگیا ہے، کہا جاتا ہی کہ تمدن جدید ترقی کا فوز مندریشہ ہے، لیکن درحقیقت وہ اشتراکیت اور نارکزم کی
ماں ہے، جنلوگون نے قوت ایمان کو کھو دیا ہے اور یاس و حرمان نے انکے قلوب کا احاطہ کرلیا ہے
وہ انہین دونون الفاظ کا نعرہ بلند کرتے رہتے ہین، کیا ایک یورپین جو ایک دائمی اضطراب مین
مبتلا رہتا ہے اور جسکے اعصاب دماغی متزلزل ہوگئے ہین، اور جو اپنی تقدیر پر قانع نہین ہے،
اُس شرقی آدمی کا مقابلہ کرسکتا ہے جو راضی برضاے الٰہی ہے؟ ان دونون کے درمیان روحانی
حالت کے سوا اور کسی چیز مین فرق نہین ہے، اس زمانے کا سب سے زیادہ غلط خیال یہ ہی کہ انسان
کی سعادت صرف خارجی اشیاء کے اندر ہے لیکن یہ کسی کو نہین سوجھتا کہ وہ خود ہمارے اندر پنہان ہی
ہین اسکو پیدا کرتے ہین اور وہ ہم سے بہت کم الگ رہتی ہے۔"

لیکن اب یہ مصیبت اسقدر عالمگیر ہوگئی ہے کہ کوئی فلسفیانہ دلیل، کوئی مذہبی نصیحت اور کوئی اخلاقی
یورپین قومون کو اس سے نجات نہین دلاسکتا،

"اس بنا پر اشتراکیت کے خطرات کتنے ہی عام ہوجائین لیکن یورپین قومون کو اسکے سامنے سربسجود
ہونا ہی پڑیگا"

جسکا نتیجہ اقتصادی جنگ کی صورت مین ظاہر ہوگا، اور ان اقتصادی لڑائیون کے بعد یورپین قومون کا بھی
وہی انجام ہوگا جو دنیا کی تمام متمدن قومون کا ہوا یعنی

"اقتصادی لڑائیون کے بعد اشتراکیت وحشی قومون کے لئے راستہ صاف کردیگی اور وہ ٹوٹ ٹوٹ کر
یورپین قومون پر گرینگی"

لیکن اس ہجوم یاس مین صرف امید کی ایک جھلک پائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ
"اشتراکیت مین جو ظالمانہ بے اعتدالی پائی جاتی ہے وہ خود اُسکو قائم نہین رہنے دیگی"

(باقی)

المراسلۃ والمناظرۃ

مدت سے خیال تھا کہ اس نئے باب کا اضافہ کیا جائے لیکن صفحات کی قلت مانع آتی ہی اب
روز بروز اسکی ضرورت اتنی واضح ہوتی جاتی ہے کہ اب صبر نہین کیا جاسکتا، اسکا آغاز پنجاب کے نامور
صاحب فکر جناب ڈاکٹر صادق علی صاحب (کپورتھلہ) کی تحریر سے ہوتا ہے، مصر مین ڈاکٹر صدقی ایک
مشہور صاحب قلم ہین جو عموماً مذہبی مناظرات و مسائل پر مجتہدانہ مضامین رسالہ المنار مین لکھا کرتے ہین
ممکن ہے کہ ڈاکٹر صادق علی ہمارے ملک کے ڈاکٹر صدقی ثابت ہون،

محترم علماے اسلام اور اہل شرف افاضل اعلام کی خدمت مین مودبانہ استفسار کیا جاتا ہی امور ذیل کے
بارہ مین جو اس آیہ کریمہ سے تعلق رکھتے ہین،

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا صَلَبُوهُ وَمَا قَتَلُوهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ط وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ

اور یہود کے یہ کہنے کے باعث کہ ہمنے مسیح عیسیٰ بن مریم
رسول اللہ کو مار ڈالا، حالانکہ نہ انھون نے مسیح کو قتل کیا اور
نہ صلیب پر چڑھا کر مارا لیکن انکے لئے ظاہری صورت مشتبہ
کی بنادی گئی تھی، اور جنلوگون نے مسیح کی موت کے بارہ مین اختلاف
کیا ہے وہ اس بارہ مین شک مین تھے، انکو واقعی علم نہین تھا
محض گمان کی پیروی کرتے تھے، انھون نے یقیناً مسیح کو
قتل نہین کیا بلکہ اللہ تعالے نے انکو اپنی طرف اٹھا لیا تھا
اور بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے، اور ہر ایک اہل کتاب
اپنی موت سے پہلے مسیح پر ضرور ایمان لائیگا یا ہر ایک اہل کتاب
مسیح کی موت سے پہلے مسیح پر ضرور ایمان لائیگا یا ہر ایک

يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ط، اہل کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت محمدؐ پر ضرور ایمان لائیگا اور قیامت کے دن مسیح اُنکے خلاف شہادت دینگے

آخری آیت مین جو غائب کی دو ضمیرین بہ اور قبل موتہ مین وارد ہین، گذشتہ تمام مفسرین رحمہم اللہ علیہم تین قول رکھتے ہین،

(۱) اپنی موت اور مسیح پر ایمان،

(۲) مسیح کی موت اور مسیح پر ایمان،

(۳) اپنی موت اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان

لیکن انصاف سے غور کیا جاے تو ان تینون معنون سے تسکین نہین ہوتی، قول اول کا ثبوت کسی آیت وحدیث سے نہین ملتا، احادیث مین ملک الموت اور منکر ونکیر کے حالات مذکور ہین ان مین مسیح علیہ السلام کی نسبت سوال کرنیکا ذکر نہین نہ قرآن کریم کے کسی مقام سے ایسا متبادر ہوتا ہے، حالانکہ جو واقعات فہم انسانی سے بالاتر ہون انکو تفسیر مین داخل کرنیکے لئے نص صریح کی ضرورت ہے اور نیز اگر یہود ونصاری حالت نزع مین مسیح علیہ السلام پر ایمان لے آتے ہون تو اس ایمان یاس سے نہ انکو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے نہ دوسرون کو اس سے عبرت، قول دوم اسلئے تسکین نہین دیتا کہ آیت مین ذکر تمام اہل کتاب کا ہے لیکن مسیح علیہ السلام کے دوبارہ آسمان سے نازل ہونے پر صرف وہی اہل کتاب ایمان لاسکین گے جو اسوقت موجود ہونگے نہ کہ تمام گذشتہ قرنہاے دراز کے تمام اہل کتاب، قول سوم یعنی جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ضمیر بہ کا مرجع قرار دینا خود مفسرین کی راے مین ضعیف ہے، اور آیات ماقبل مین آنحضرت صلعم کا ذکر بھی نہین،

ان تفاسیر سے یک سو ہوکر آیات مذکورہ مین اور طرح بھی غور ہوسکتا ہے، تاریخی واقعہ ہے کہ اگرچہ یہود نے اپنے خیال مین مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا کر اپنا دل ٹھنڈا کیا، اور حواریان مسیح رنجیدہ ہوے مگر جس شکل مین یہ واقعہ پیش آیا اُس نے اسوقت کے یہود ونصاری دونون فریق کو مصلوب ہونے کے

واقعہ مین بہت متردد کردیا تھا، لیکن بعد مین ایک طرف یہود کا یہ خیال پختہ ہوتا گیا کہ مسیح مصلوب ہوئے، اور جو مصلوب ہو وہ ملعون ہوتا ہے، کیونکہ توراۃ مین ایک جگہ صلیب کی موت کو ملعونون کی موت کہا ہے، اسلئے انھون نے یقین کرلیا کہ مسیح سچے نبی نہ تھے، ورنہ ملعونون کی موت نہ مرتے، دوسری جانب نصاری جو قرب زمانہ مسیح علیہ السلام مین گذرے ہین اُنکا عقیدہ اس بارہ مین معلوم نہین ہوسکا البتہ چوتھی یا پانچوین صدی مسیحی سے قریبًا تمام نصاریٰ نے تسلیم کیا ہے کہ مسیح صلیب پر فوت ہوے اور تیسرے دن زندہ ہوکر آسمان پر چلے گئے، اگرچہ بعض غیر معتبر فرقے کچھ عرصہ تک اس بارہ مین اختلاف بھی کرتے رہے، لیکن عیسائیون کے نزدیک مسیح کے صلیب پر فوت ہونے اور دوبارہ زندگی پانے کا عقیدہ جزو ایمان اور مدار عیسائیت قرار پایا گیا ہے، اور اس طرح یہ امر واقعہ ہے کہ یہود ونصاری تمام اہل کتاب مسیح کے صلیب پر فوت ہونیکا یقین رکھتے ہین، اور جب تک اس مذہب پر قائم ہین رکھتے رہین گے آیات مذکورہ مین اہل کتاب کے اسی عقیدہ کا ذکر اور اسکی تغلیط ہے، پہلی آیت مین پہلے واقعہ کا ذکر ہے اور فرمایا ہے کہ اُنکو مسیح کے مصلوب ہونیکا محض دہوکا ہوا ہے اور اگرچہ وہ کہتے ہین کہ ہم نے مسیح کو قتل کیا مگر درحقیقت اس زمانہ والون کے دل خود اس بارہ مین متردد تھے اور وہ صرف گمان کی پیروی کرتے ہین، اسکے بعد بوضاحت معلوم ہوتا ہے کہ آیندہ آیت مین دوسرے امر واقعہ کا ذکر ہے کہ تمام اہل کتاب اپنی موت سے پہلے پہلے مسیح علیہ السلام کے مصلوب ہونے پر یقین رکھتے چلے جائین گے مگر قیامت کے دن انکو اپنی غلطی معلوم ہوگی، جبکہ مسیح علیہ السلام اُنکے خلاف شہادت دینگے اور اپنے مصلوب ہونے سے ابا کرینگے،

اس تفسیر کی رُو سے بہ کی ضمیر واقعہ مصلوبیت وقتل کی جانب راجع ہوتی ہے جیسے اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى مین ھو کی ضمیر عدل کی جانب رجوع کرتی ہے، اور اس تفسیر کے مطابق آیت مین دونون واقعات تاریخی مذکور ہوتے ہین یعنی واقعہ صلیب کا مشتبہ الثبوت ہونا اور پھر اُسپر سب کا بالاتفاق یقین کرلینا اور وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مین علے کا لفظ اسی تفسیر کا قرینہ ہے کیونکہ

یہ لفظ ظاہر کرتا ہے کہ اہل کتاب کسی غلط اعتقاد پر متفق رہین گے جسکے خلاف مسیح شہادت دینگے اور نہ مسیح کے مصلوب ہونیکا اعتقاد ہی ہوسکتا ہے نہ مسیح کے نبی ہونیکا، کیونکہ نبی ہونیکے خلاف شہادت دینے کے کوئی معنی نہین،

اب استفسار یہ ہے کہ آیا یہ تفسیر مناسب اور پسندیدگی کے قابل ہے یا نہین اور آیا روایات ماثورہ موجود ہونیکی صورت مین بہٖ کی ضمیر کو عقیدہ مصلوبیت کی جانب راجع سمجھنا صحیح ہوگا یا نہین اور کیا ایسی تفسیر بالراے کے الزام پر مسترد ہونی چاہیئے یا مقبول، جو صاحب جواب تحریر فرمائین نہایت ادب سے گذارش ہے کہ اپنی دلائل بوضاحت و تفصیل بیان فرمائین،

معارف

آیت مذکورہ مین درحقیقت، عیسویت رائجہ کے عقائد کی تردید کیگئی، چوتھی صدی عیسوی نے جو عیسائی مذہب پیدا ہوا، اسکی تمامتر بنیاد واقعہ صلیب پر قائم کیگئی ہے، کفارہ کا مسئلہ اسی سے پیدا ہوا ہے، مسیح کا تین روز کے بعد جی اُٹھنا اسی عقیدہ کا نتیجہ ہے۔ حضرت عیسیٰ کے واقعۂ وفات اور کیفیت وفات کی نفی و اثبات اصل مین قرآن مجید کا مقصد نہین کہ یہ کتاب مبارک اشخاص کی زندگی و موت کی تاریخ و روزنامہ نہین، بلکہ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا قرآن مجید کا اس مسئلہ سے تعرض کرنا اور یہ بتانا کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ نہ مقتول ہوے اور نہ مصلوب، عیسائیت کے تمام عقاید باطلہ کی دیوار کو دہم سے نیچے گرا دینا ہے،

یہ کہنا کہ یہود و نصارے دونون اسکی شہادت دیتے ہین کہ وہ مصلوب ہوے اسلئے قرآن کا بیان فریقین کی شہادت کے خلاف ہی ایک قسم کا مغالطہ ہے، یہ ظاہر ہے کہ یہودی اور رومی انکو پہچانتے نہ تھے ورنہ حضرت عیسیٰ کے کسی شاگرد کو رشوت دینے کی اور علامت شناخت مقرر کرنیکی کیا ضرورت تھی، اسی طرح سے حضرت عیسیٰ کے تمام شاگرد بھاگ نکلے تھے اسلئے انکی گواہی بھی عینی شہادت نہین، اس بنا پر واقعہ مصلوبیت حضرت عیسیٰ محققاً ثابت نہین کیا جاسکتا،

(باقی)

ادبیات

رباعیات مولوی سید ولی الحق ایم آر اے ایس سابق انسپکٹر مدارس بہار

توحید

اے اصلِ وجود، مصدرِ ہر موجود — اے مرجعِ کائنات، اے منبعِ جود
جو کچھ ہے یہان وہ ایک پرتو ہے ترا — ہے جس سے ہر ایک شی کا عالم مین وجود

ہر ہر جلوہ مین تیری آئینہ ہین بہت — تو ایک ہی اور تیری ثنائین ہین بہت
سُنتے رہتے ہین نت نئے افسانے — قصہ وہی ایک ہی زبانین ہین بہت

دائم ہے وہی ازل سے لے تا بہ ابد — قائم وہی ایک ذات جسکی نہین حد
توحید کے زمزمے ہین از بس جاری — کہتی ہی ہر ایک شے ہو اللہ احد

فریاد بدرگاہ باری

اے صاحب تاج کبریائی سُن لے — اے زینتِ تخت خود نمائی سُن لے
فریاد ہر ایک دل کی سُننے والے — سُن لے، سُن لے مری دہائی سُن لے

ادراک انسانی مایۂ وجود ہے

اک شور جہان مین میری بات سے ہے — عالم رنگین مرے خیالات سے ہے
جب مین نہین یہان تو سمجھ عالم ہی نہین — موجود ہر ایک شے مری ذات سے ہے

عظمت نوع انسان

شہ اِنہ ملک بھی جب مقابل میرا — عالم مین نہ ہوگا کون قائل میرا
ہر نعرۂ حق سے گونج اٹھتا ہی جہان — ہی مست سبوے آگہی دل میرا

خلافتِ نوع انسان

اک خوان نعیم ہی جہان میرے لئے — اک سیر زمین و آسمان میرے لئے
پھیلا ہی فضا مین یہ جو سامانِ عظیم — سب میرے لئے ہی بیگیاں میرے لئے

تماشائے عالم

ہر چیز بجائےِ خود آرائی ہے — عالم یہ تمام جلوہ پیمائی ہے
جو شئے ہی بجائے خود تماشا ہی یہان — جو شئے ہی بحالِ خود تماشائی ہے

حُسن عالم

ہر شئے سے جمال نورِ مطلق ہی عیان — آئینۂ حسن جاودان ہی یہ جہان
طوفان ہی حسن کا ہر اک قطرۂ یم — طغیانِ جمال ہی ہر اک ذرہ یہان

تمام عالم کائنات ایک حالتِ ترنم مین ہے

ہی عالم کائنات اک پردۂ ساز — ہوتی ہے بلند نت نئی یان آواز
ای کاش سنے کوئی ان آوازوں کو — ہر ایک صدا میں ہین چھپے سو سو راز

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

ہی مظہر امر حق وجودِ امکان — نافذ ہی تمام بس وہی اک فرمان
اک حال فلک سے تا زمین ہی طاری — ہی عالم جذب مین ہر اک ذرہ یہان

—— ⁖ ——

آفت انقلاب شرط ترقی بلکہ شرط ہستی ہے

عالم مین عروج انقلابات سے ہے — جدت کا نشان اختلافات سے ہے
اول بھی بلا ہی اسمین آخر بھی بلا — سارا یہ ظہور موج آفات سے ہے

تغیّر عالم

ہر آن بدل رہی ہین اس دہر کے طور — ہر ہر لحظہ بجاے خود ہی اک دور
جاری ہر دم ہے بس تغیر کا عمل — کل رنگ تھا اور آج ہی رنگ کچھ اور

موت سے زندگی کا امتیاز ہے

ہی مار حیات گرچہ سب مین جاری — پردہ مین فنا کے زندگی ہی ساری
ہوتی نہ فنا تو زندگی تھی خود موت — صد شکر یہ بند ہو گی سب بیماری

مکروہات دنیا سے بیزاری

ہم طائر باغ عشق پروردۂ ناز — ہی ہمکو ہوا بھی اس چمن کی ناساز
اُڑ جائینگے چھوڑ کر یہ گلشن آخر — ہی سر مین بھری ہوئی ہواے پرواز

حقیقتِ ہستی

یہ منظر کون یہ تماشاے شہود — یہ عرصۂ کائنات یہ موج وجود
اک جوشِ قدیم کے ہین سارے جلوے — اک امر عظیم سے ہی ساری یہ نمود

موجودہ ترقیون کی امید افزا کیفیت

طیار ہی اب فلک پگھلنے کے لئے — آمادہ ہے اب زمین اُگلنے کے لئے
کھول آنکھ کہ عنقریب اس ظلمت سے — اک چشمۂ نور ہے اُبلنے کے لئے

—— ⁖ ——

مطبوعاتِ جدیدہ

خیالاتِ عزیز، مولوی عزیز مرزا مرحوم کے اردو مضامین کا مجموعہ جسکو چند سال ہوے کہ زمانہ پریس نے چھاپکر شایع کیا تھا، اس مجموعہ پر نواب وقار الملک مرحوم کا دیباچہ ہے، مولوی عزیز مرزا ان لوگون مین تھے جو اعلی مغربی تبحر کے ساتھ مشرقی واقفیت سے ممتاز تھے، اسلئے اُنکے مضامین مین تحقیق وکاوش اور اسلامی تاریخ کے ساتھ وابستگی نمایان ہے، اس مجموعہ مین کل ۲۸ مضامین ہین، اور ہر ایک دلچسپی کے ساتھ پڑھنے کے لائق ہے، ان مین زیادہ تر تاریخی مضامین اور بعض ادبی ہین، ایک دو صنعتی ہین، ضخامت ۲۰۰ صفحہ قیمت ۶ وعہ، باختلاف کاغذ، پتہ: زمانہ پریس کانپور،

نصائح جانگیہ، نامور ہند وعالم جانکیہ جسکا زمانہ حضرت عیسیٰ سے تین سو برس پہلے ہی اُسکی ایک اخلاقی کتاب کا ترجمہ۔ جناب ہنمنت راؤ صاحب مددگار خزانہ عامرہ سرکار نظام اسکے مترجم ہین ترجمہ نہایت صاف اور روان ہے، کتاب اس لائق ہے کہ حکمت قدیمہ کے شائقین اسکو بغور پڑہین، ضخامت ۷۴ صفحہ، قیمت ۴ر، پتہ: زمانہ پریس کانپور،

المعجزہ، جناب مولوی محمد رضوان صاحب غازیپوری نے ۴۰ صفحہ کا ایک رسالہ معجزہ کی بحث مین لکھا ہے اور اسکے ہر پہلو کو نمایان کیا ہے، اصل بحث یعنی معجزہ کے امکان مین تو شک نہین، اور نہ معجزہ کے صدور مین شک ہے، لیکن یہ بات کہ معجزہ دلیل نبوت ہے، اور اسکے لئے خارق عادت ہونا ضروری ہے اب بھی محتاج استدلال رہ گیا ہے، تاہم فاضل مولف کی کوششین مشکور ہین، قیمت ۵ر، پتہ: مولوی محمد رضوان صاحب، خدائی پور، غازیپور،

صبح امید، اردو کا ایک نیا رسالہ جو پنڈت برج نرائن صاحب چکبست کی اڈیٹری مین پنڈت کشن پرشاد صاحب کول اڈیٹر ہندوستانی کے زیر اہتمام اور انجمن خادمان ہند (سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی) کی زیر نگرانی لکھنؤ سے شایع ہوتا ہے، پنڈت صاحب اردو کے ایک ادیب اور انشا پرداز کی حیثیت سے معروف ہین، رسالہ کا مقصد تمام عزیزان وطن کے لئے ایک ایسا لٹریچر فراہم کرنا ہے جو فریقانہ جدوجہد سے پاک ہو، رسالہ کا پہلا نمبر تاریخی، ادبی اور شاعرانہ مضامین کا گلدستہ ہے جسکو ملک کے مشاہیر اہل قلم نے سجایا ہے، لیکن اصلی خوشبو اسمین اس ایک مضمون اور چند متفرق خیالات کی ہے جو فاضل اڈیٹر کے قلم سے نکلے ہین قومیت اور سیاست کے پاکیزہ مصلحانہ خیالات ہین جو خوبی انشا کے اثر مین ڈوبے ہوے ہین، آنریبل تیج بہادر سپرو کا مضمون بھی غور کے لائق ہے،

اردو کا ہر نیا رسالہ جب اپنا پہلا اعلان یا دیباچہ اشاعت لکھتا ہے تو موجودہ حالت پر وہ اعتباری نظر ڈالکر ایک نئے سفر کا مشورہ پیش کرتا ہے، جس سے مراد اسکی اپنی ذات ہوتی ہے، صبح امید ہمارا بہترین رہنمی سفر ہو سکتا ہے اگر اسکا دائرہ بحث صرف یا زیادہ تر "مسائل حاضرہ" ہون "امید" وہ توقع ہی جو پوری ہونیکے قریب ہے یا آئندہ ہوگی، اسلئے صبح امید مین ہم وہی مضامین چاہتے ہین جو آج ہو رہے ہین یا کل ہونگے، جو ہو چکا وہ "شام فراق" ہے، "صبح امید" نہین، ہمکو اپنے دوست پنڈت کشن پرشاد کول کی متانت رائے اور سنجیدگی خیال سے امید ہی کہ وہ کام کا اصل سر رشتہ ہاتھ سے جانے نہ دینگے، لکھائی چھپائی بھی مزید ترقی کی طالب ہے، ضخامت ۵۶ صفحہ، قیمت للعہ، پتہ: امین الدولہ پارک، لکھنؤ،

کہکشان، یہ اردو کا ایک دوسرا نیا رسالہ لاہور سے شایع ہونا شروع ہوا ہی پہلے نمبر مین تاریخی، قصصی اور ادبی مضامین ہین جو مختلف ممتاز اہل قلم کے نتائج افکار ہین، اس رسالہ کا شان ورود بھی یہی ہے کہ وہ اردو رسائل کے موجودہ طبقہ سے بے اطمینان ہی اور اسلئے مادری زبان کے تقاضاے محبت سے مجبور ہو کر اسکو ترقی دینے پر آمادہ ہوا ہی، ہم دل سے چاہتے ہین کہ کہکشان ادب اردو کا "فرق آسمان" بنجائے، لیکن اس درازی قامت کو صدمات آب وباد سے بچانا مشکل ہے، ضخامت ۸۰ صفحہ، لبنی تقطیع، باریک خط، ہر صفحہ مین دو کالم، ایک نمبر مین ۲۲ مضامین، اور بعض کثیر الاشاعۃ، اسکی کامیابی کی اس سے توقع ہی کہ جناب

مولوی سید ممتاز علی صاحب جو ہماری زبان کے کہنہ اہل قلم ہین انکا مشورہ اور نگرانی اسکی اشاعت مین شامل ہی، رسالہ کے سرورق نے کتاب کی لوح کی حیثیت پیدا کرلی ہے، قیمت لکھی نہین، یہ بھی نہین ہو، ماہوار ہے یا ہفتہ وار، پتہ: سنٹرل پبلشنگ ہوس لاہور،

شعلہ، یہ ماہوار رسالہ پہلے دلّی سے نکلتا تھا، یہان صرصرِ حوادث سے بجھکر اب حیدرآباد مین بھڑکا، چمکا ہے، ۵۰ صفحہ کی چھوٹی تقطیع پر متوسط درجہ کی لکھائی چھپائی کے ساتھ اسکا پہلا نمبر شائع ہوا ہی، رسالہ علمی ادبی اور دینی ہے، لیکن مضامین کے لحاظ سے ابھی کوشش کا محتاج ہے، قیمت سے رسالانہ،

ہدایت الاسلام، مولانا حقانی مرحوم کی زیر ادارت یہ رسالہ پہلے بھی انجمن ہدایتہ الاسلام دہلی کی طرف سے شائع ہوتا تھا انکی وفات سے پہلے ہی یہ مرگیا تھا، اب پھر اسی پرانے نام سے زندہ ہوا ہے لیکن معنوی زندگی نے ابھی قوت نہین پائی ہے، یہ ہدایتہ الاسلام کا بدستور موذن ہے، پہلے صرف مناظرانہ اور مذہبی مضامین ہوتے تھے جو قابلیت سے لکھے جاتے تھے اب اُس کے موضوع مین، گو وسعت ہوگئی ہے لیکن تحقیق و تلاش مین تنگی آگئی ہے، انجمن مذکور کے قدرشناس اسکی اعانت فرمائین گے تو امید ہے کہ رفتہ رفتہ یہ اپنی پہلی سطح پھر حاصل کریگا، لکھائی چھپائی اور کاغذ متوسط، قیمت ہے، ضخامت ۴۰ صفحہ، پتہ: دفتر ہدایت الاسلام، بلی ماران، دہلی،

مغلیہ گزٹ، فرقہ وار انجمنون اور رسالون کا پنجاب مین جو مجمع ہے، یہ رسالہ بھی اُسی اثر کا نتیجہ ہے، مغل قوم کا یہ نقیب اور چاوش ہے، زیادہ تر مضامین مغل قوم کی تاریخ و مفاخر اور اصلاحات کے متعلق ہین، مغل تلوار کے دھنی تھے اب انھون نے قلم پکڑا ہے، اسکے ۶ یا ۷ نمبر نظر سے گذرے ہین، لیکن نظم و نثر دونون مین خامی اور نو آموزی کی جھلک نمایان ہے، ہندوستان کے مغل اگراس "رسالہ" کی سرپرستی مین کوشش کرین تو امید ہے کہ رفتہ رفتہ وہ اس میدان مین بھی زور و قوت حاصل کرلین گے، قیمت ع، ضخامت ۴۰ صفحہ، پتہ: کوچہ میرن شاہ ٹکسالی لاہور،

عدد پنجم	ماہ صفر سنہ ۳۷ھ مطابق نومبر سنہ ۱۸ع	مجلد سوم

مضامین